بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

انہ اوی القریۃ

الحکم

دار الامان حضرت قادیاں

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوبعلی تراب احمدی

نمبر ۲۵	مورخہ ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱ ہجری روز شنبہ	جلد ۷

ڈائری حضرت امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

یکم جولائی سنہ ۱۹۰۳ء

دربار شام

مثلاً ایک لڑکی کے دو بھائی تھے اور ایک والدہ۔ ایک بھائی اور والدہ ایک لڑکے کیساتھ اس لڑکی کے نکاح کے لئے راضی تھے مگر ایک بھائی مخالف تھا وہ اور جگہ رشتہ پسند کرتا تھا اور لڑکی بھی بالغ تھی۔ اسکی نسبت مسئلہ دریافت کیا گیا کہ اس لڑکی کا نکاح کہاں کیا جاوے حضرت اقدس نے دریافت کیا کہ وہ لڑکی کس بھائی کی رائے سے اتفاق کرتی ہے۔ جواب دیا گیا کہ اپنے اس بھائی کے ساتھ جس کیساتھ والدہ بھی متفق ہے۔ فرمایا کہ پھر وہاں ہی اسکا رشتہ ہو جہاں لڑکی اور اسکا بھائی دونو متفق ہیں۔

پھر نکاحوں پر ذکر چل پڑا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی لڑکیوں کے رشتے ابولہب کے گھر کر دیئے تھے حالانکہ وہ مشرک تھا مگر اسوقت تک نکاح کے متعلق وحی کا نزول نہ ہوا تھا چونکہ پیغمبر خدا صلعم پر توحید غالب تھی اسلئے دخل نہ دیتے تھے اور قومیت کے لحاظ سے بعض امور کو سرانجام دیتے تھے اس لئے ابولہب کو لڑکی دیدی تھی۔

رسول عالم الغیب ہوتا ہے کہ نہیں اسپر فرمایا کہ اگر آنحضرت صلعم کو علم غیب ہوتا تو آپ زینب کا نکاح زید سے نہ کرتے کیونکہ ابعد کو جدائی نہ ہوتی اور اسی طرح ابولہب سے بھی رشتہ نہ کرتے۔

موہبت الٰہی

میں ایک دیکھوں کہ خدا میرے ساتھ گفتگو کرتا ہے اور اپنے خاص خزانہ سے مجھے تعلیم دیتا ہے اور اسنے ادب سے میری تادیب فرماتا ہے وہ اپنی مرضی پر مجھے چلاتا ہے میں اسکی وحی کی پیروی کرتا ہوں ایسی صورت میں مجھے کونسی ایسی ضرورت ہے کہ میں اسکی راہ کو ترک کرکے دوسری متفرق راہیں اختیار کروں جو کچھ آج تک میں نے کہا ہے اسی کے امر سے کہا ہے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا اور نہ اپنے خدا پر مجھے کوئی افترا باندھا ہے مفتری کا انجام ہلاکت ہے پس اس کاروبار پر تعجب کرنیکا کونسا مقام ہے اور اس خالص سلسلہ خدائی کاروبار پر تعجب نہ کرو کیونکہ اسنے تو زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور کسیکو مجال نہیں کہ اس سے پوچھے کہ یہ کیا کیا ہے پاس خدا تعالیٰ کی بہت سی شہادتیں ہیں جو اس نے میرے لئے بڑے بڑے نشان دکھلائے ہیں اور اسکی وحی کردہ وحی پر یقین ہے پس آج مجھے دین میں ایسے اسرار نہیں کہ انسان کی عقل کو ان تک رسائی نہیں پس اسکو چاہیئے کہ خاموش رہے اور اس بارہ میں جھگڑا نہ کریں اس شخص کی طرح نہ ہوویں جسکے دل کو خدا نے غافل کر دیا اور اسنے اپنے اسباب کو اپنا خدا قرار دیدیا

اسباب پرستی کا رد

مگر کیا ان کو اس بات کی خبر نہیں کہ ہر ایک سبب کا انتہا ہو جاتا ہے خدا تک ہی ہے اور تھوڑی دور تک چلکر اسباب کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور صرف امر خالق کا مرتبہ رہ جاتا ہے کہ جسکی طرح ہم اسکی طرف منسوب نہیں کرسکتے اور محض خدا تعالیٰ کی قدرت باقی رہ جاتی ہے اور اسباب بالکل منقطع ہو جاتے ہیں اسباب تو محض خدا کی حکمت کو دیا جاتا ہے اسکے بعد خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرت ہوتی ہے وہ ایک ایسا پوشیدہ خزانہ ہے کہ جسکی حد اور انتہا ہی نہیں ہے اور ایسا دریا ہے کہ جسکا کوئی کنارہ نہیں اور ایک ایسا دشت ہے کہ چلتے چلتے ہوئے میں نہیں معلوم ہوتا کہ قدرت خالص اللہ تعالیٰ کی بیکار ہو جاتی ہے اور صرف اسباب رہ جاتے ہیں بڑی بے انصافی ہے کیا انکو اسباب کا علم نہیں ہے کہ خدا نے آدم اور عیسےٰ کو کیسے پیدا کیا تھا اور موسےٰ کیلئے کس طرح دریا کو خشک کیا کہ جس سے موسیٰ تو دریا سے سلامت نکل گئے اور فرعون غرق ہو گیا اب تم ہی جواب دو کہ وہ کونسی کشتی تھی جسپر بیٹھکر موسےٰ دریا سے گذرے خدا تعالیٰ نے اس قصہ کو قرآن کریم میں بے فائدہ نہیں ذکر کیا ہے بلکہ اسمیں بڑے بڑے معارف اور حقائق ہیں تاکہ تمکو اسباب کا علم ہو کہ اس پاک ذات اللہ تعالیٰ کی قدرت اسباب میں مقید نہیں ہے اور تمہارے ایمان ترقی کریں آنکھیں کھلیں اور شکوک و شبہات دفع ہوں اور تمکو یہ

معرفت حاصل ہو کہ تمہارا خدا ایسا قادر مطلق ہے کہ اسپر کسی قسم کا کوئی دروازہ مسدود نہیں ہے اسکی قدرتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے جو شخص اسکی وسعت قدرت سے منکر ہو کر اسباب کے احاطہ میں اسے مقید کرتا ہے تو سمجھو کہ صدق کے مقام سے وہ گر پڑا۔ پس اگر کوئی شخص حکم خداوندی سے اسباب کو ترک کرتا ہے تم اسے بہت کہو اور خدا تعالیٰ کے قانون کو ایک تنگ

شائع کئے ہیں اور موقع بموقع مختلف طرز وضع کی تصاویر بھی دی ہیں۔ مثلاً عالم شہزادگی و زنانہ شاہی وغیرہ وغیرہ ایام کی۔ شاہ ناصرالدین قاچار سابق شاہ کے قاتل کی بھی تصویر دی ہے شاہ کے اپنے دستخط کا نمونہ بھی دیا گیا ہے غرض بالاختصار کل ضروری حالات مندرج ہیں کتاب کی ضخامت کچھ اوپر سو صفحہ ہے۔ اس کتاب کے طیار کرنے میں واقعی منشی صاحب موصوف نے معمول سے زیادہ محنت کی ہے اور اردو دان پبلک پر ضروری ہے کہ ایسے اشخاص کی قدر کریں اور اس کتاب کی خرید میں مدد دیں۔

فاطمہ علیہ خانم

فاطمہ علیہ خانم قسطنطنیہ کے مشہور جودت پاشا مرحوم کی بیٹی ہیں جنہوں نے سلطنت عثمانیہ میں اپنی تبحر علم کے سبب بہت ناموری پیدا کی ہے یہ خاتون نامور جودت افندی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور اس استاد کو اپنی نیک و لائق شاگرد سے اسقدر انس و محبت ہے کہ اس کے حالات زندگی خود لکھکر آپ نے اس خاتون کے نام پر یہ کئے ہیں یہ کتاب در اصل ترکی زبان میں تھی۔ مگر منشی صاحب نے اس کو اردو زبان میں ترجمہ کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ کتاب اس قابل تو ہے نہیں کہ اسے سوانح کہا جائے۔ مگر تاہم یہ مستورات کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

کتاب بھی کم و بیش ۱۰۰ صفحہ کی ہے اور عمدہ کاغذ پر چھپی ہے۔ کارخانہ پیسہ اخبار سے ملسکتی ہے

اطاعت خالق و ہمدردی مخلوق

خالق کی اطاعت اس طرح سے کہ اسکی عزت و جلال اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے بےعزتی اور ذلت قبول کرنے کے لئے مستعد ہو اور اس کی واحدانیت کا نام زندہ کرنے کے لئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنے کے لئے طیار ہو اور اس کی فرمانبرداری میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشی خاطر کاٹ سکے اور اس کے احکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضا جوئی کی پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلاوے کہ گویا وہ کھا جانیوالی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنیوالی ایک زہر ہے یا بھسم کر دینیوالی ایک بجلی ہے جس سے اپنی تمام قوتوں کیساتھ بھاگنا چاہیے۔ غرض اس کی مرضی ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور اس کے پیوند کے لئے جانکاہ زخموں سے مجروح ہونا قبول کرے اور اس کے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات توڑ دے۔ اور خلق اللہ کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طرق کی راہ سے قسام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے ان تمام امور میں محض للہ اپنی حقیقی اور بےغرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے انکو نفع پہنچاوے اور ہر یک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور ان کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کے لئے زور لگا دے

مگر یہ للہی وقف محض اس صورت میں اسم بامسمی ہوگی کہ جب تمام اعضاء للہی طاعت کے رنگ سے ایسے رنگ پذیر ہو جائیں کہ گویا وہ ایک الہی آلہ ہیں جن کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً افعال الہیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یا ایک مصفا آئینہ ہیں جس میں تمام مرضیات الہیہ بصفا تمام عکسی طور پر ظہور پکڑتی رہتی ہیں۔ اور جب اس درجہ کاملہ پر للہی طاعات و خدمات پہنچ جائیں تو اس صبغۃ اللہ کی برکت سے ایسی وصف کے انسان کی قویٰ اور جوارح کی نسبت وحدت شہودی کے طور پر یہ کہنا صحیح ہوتا ہے کہ مثلاً یہ آنکھیں خدا تعالیٰ کی آنکھیں اور یہ زبان خدا تعالیٰ کی زبان اور یہ ہاتھ خدا تعالیٰ کے ہاتھ اور یہ کان خدا تعالیٰ کے کان اور یہ پاؤں خدا تعالیٰ کے پاؤں ہیں۔ کیونکہ وہ تمام اعضاء اور قوتیں للہی راہوں میں خدا تعالیٰ کے ارادوں سے پُر ہو کر اور اس کی خواہشوں کی تصویر بنکر اس لائق ہو جاتے ہیں کہ ان کو اسی کا روپ کہا جاوے وجہ یہ کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء پورے طور پر اس کی مرضی اور ارادہ کے تابع ہوتے ہیں ایسا ہی کامل انسان اس درجہ پر پہنچکر خدا تعالیٰ کی مرضیات و ارادات سے موافقت تامہ پیدا کر لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور وحدانیت اور مالکیت اور معبودیت اور اس کی ہر یک مرضی اور خواہش کی بات ایسی ہی اس کو پیاری معلوم ہوتی ہے کہ جیسے خود خدا تعالیٰ کو۔ سو یہ عظیم الشان للہی طاعت و خدمت جو پیار اور محبت سے ملی ہوئی اور خلوص اور حقیقت تامہ سے بھری ہوئی ہے یہی اسلام اور اسلام کی حقیقت اور اسلام کا لب لباب ہے جو نفس اور خلق اور ہوا اور ارادہ سے موت حاصل کرنیکے بعد ملتا ہے۔

سچا طالب

واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولا کا سچا طالب کامل طور پر اسلام پر قائم ہو جائے اور نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک قوت اس کے کام میں لگ جاوے تو آخری نتیجہ اس کی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی الوہیت کے اعلیٰ تجلیات تمام محبت سے مبرا ہو کر اس کی طرف رخ کرتے ہیں اور طرح طرح کے برکات اس پر نازل ہوتے ہیں اور وہ احکام اور وہ عقائد جو محض ایمان اور سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفات صحیحہ اور الہامات یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں اور معضلات شرع و دین کے اور اسرار سربستہ ملت حنیفیہ کے اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوت الہی کا اسکو سیر کرایا جاتا ہے تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کامل حاصل کرے۔ اور اس کی زبان اور اس کے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت اس کو عطا کی جاتی ہے اور شرح صدر کا ایک اعلیٰ مقام اس کو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگدلی اور خست اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی اور غلامی شہوات اور رزائل اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکلی اس سے دور کر کے اس کی جگہ ربانی اخلاق کا نور بھر دیا جاتا ہے۔ تب وہ بکلی مبدل ہو کر ایک نئی پیدائش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے سنتا اور خدا تعالیٰ سے دیکھتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرتا ہے اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب اور اس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم ہو جاتا ہے اور اس درجہ میں اس کی دعائیں بطور

اصطفاء کے مظہور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلا کے اور وہ زمین پر حجت اللہ اور امام اللہ ہوتا ہے اور آسمان پر اس کے وجود سے خوشی کی جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ محیط جو اوس کو عطا ہوتا ہے مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات حضرت یزدانی ہیں جو بغیر شک اور شبہ اور کسی غبار کے چاند کے نور کی طرح اس کے دل پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور ایک شدید الاثر لذت اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور طمانیت اور تسلی اور سکینت بخشتے ہیں اور اس کلام اور الہام میں فرق یہ ہے کہ الہام کا چشمہ تو گویا ہر وقت مقرب لوگوں میں بہتا ہے اور وہ روح القدس کے بلائے بولتے اور روح القدس کے دکھائے دیکھتے اور روح القدس کے سنائے سنتے اور اون کے تمام ارادے روح القدس کے نفخ سے ہی پیدا ہوتی ہیں اور یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ وہ ظلی طور پر اس آیت کے مصداق ہوتے ہیں **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی** لیکن مکالمہ الٰہیہ ایک الگ امر ہے اور وہ یہ ہے کہ وحی متلو کی طرح خدا تعالیٰ کا کلام اُن پر نازل ہوتا ہے اور وہ اپنے سوالات کا خدا تعالیٰ سے ایسا جواب پاتے ہیں کہ جیسا ایک دوست دوست کو جواب دیتا ہے اور اُس کلام کی اگر ہم تعریف کریں تو صرف اسقدر کرسکتے ہیں کہ وہ اللہ جلشانہ کی ایک تجلی خاص کا نام ہے جو بذریعہ اس کے مقرب فرشتہ کے ظہور میں آتی ہے اور اُس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا دعا کے قبول ہونے کی اطلاع دی جائے یا کوئی نئی اور مخفی بات بتائی جائے یا آئندہ کی خبروں پر آگاہی دیجاوے یا کسی امر میں خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم مرضی پر مطلع کیا جائے یا کسی اور قسم کے واقعات میں یقین اور معرفت کے مرتبہ تک پہنچایا جائے بہر حال یہ وحی ایک الٰہی آواز ہے جو معرفت اور اطمینان سے رنگین کرنے کے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ و مخاطبہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر اس کی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہے کہ وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم کے فکر اور تدبر اور خوض اور غور اور اپنے نفس کی دخل کی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قدرتی ندا ہے جو لذیذ اور پر برکت الفاظ میں محسوس ہوتی ہے۔ اور اپنے اندر ایک ربانی تجلی اور الٰہی صولت رکھتی ہے

اسلام

یہ بھی عرض کردینے کے لائق ہے کہ اسلامی تعلیم کے رُو سے دین اسلام کے حصے صرف دو ہیں۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعلیم دو بڑے مقاصد پر مشتمل ہے **اوّل**۔ ایک خدا کو جاننا جیسا کہ وہ فی الواقعہ موجود ہے اور اُس سے محبت کرنا اور اوسکی سچی اطاعت میں اپنے وجود کو لگانا جیسا کہ شرط اطاعت و محبت ہے **دوسرا مقصد** یہ ہے کہ اون کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی میں اپنے تمام قویٰ کو خرچ کرنا اور بادشاہ سے لیکر ادنیٰ انسان تک احسان کرنیوالا ہو شکر گزاری اور احسان کے ساتھ معاوضہ کرنا اسی لئے ایک سچا مسلمان جو اپنے دین سے واقعی خبر رکھتا ہو اُس گورنمنٹ کی نسبت جسکی ظل عاطفت کے نیچے امن کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے ہمیشہ اخلاص اور اطاعت کا خیال رکھتا ہے اور مذہب کا اختلاف اوس کو سچی اطاعت اور فرمانبرداری سے نہیں روکتا لیکن پادریوں نے اس مقام میں بھی دھوکا کھایا ہے اور ایسا سمجھ لیا ہے کہ گویا اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کا پابند دوسری قوموں کا بدخواہ اور بداندیش بلکہ اون کے خون کا پیاسا ہوتا ہے ہاں یہ قبول کرسکتے ہیں کہ بعض مسلمانوں کی عملی حالتیں اچھی نہیں ہیں۔ اور جیسا کہ ہر ایک مذہب کے بعض لوگ غلط خیالات میں مبتلا ہو کر نالائق حرکات کے مرتکب ہوجاتے ہیں اسی قماش کے بعض مسلمان بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر جیسا کہ میں نے بھی بیان کیا ہے یہ خدا کی تعلیم کا قصور نہیں ہے۔ بلکہ اون لوگوں کی سمجھ کا قصور ہے جو خدا کی کلام میں تدبر نہیں کرتے اور اپنے نفس کے جذبات کے تابع رہتے ہیں۔ خاص کر جہاد کا مسئلہ جو بڑے نازک شرائط سے وابستہ تھا۔ بعض نادانوں اور کم عقلوں نے ایسا اولٹا سمجھ لیا ہے کہ اسلامی تعلیم سے بہت ہی دور جا پڑے ہیں اسلام ہمیں ہرگز یہ نہیں سکھلاتا کہ ہم ایک غیر قوم اور غیر مذہب والے بادشاہ کی رعایا ہوکر اور اوس کی زیر سایہ ہر ایک دشمن سے امن میں رہ کر پھر اُسی کی نسبت بداندیشی اور بغاوت کا خیال دل میں لاویں۔ بلکہ وہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر تم اُس بادشاہ کا شکر نہ کرو جس کے زیر سایہ تم امن میں رہتے ہو تو پھر تم نے خدا کا شکر بھی نہیں کیا۔ اسلام کی تعلیم نہایت پرحکمت تعلیم ہے اور وہ اُسی نیکی کو حقیقی نیکی قرار دیتا ہے جو اپنے موقعہ پر چسپاں ہو وہ صرف رحم کو پسند نہیں کرتا۔ جبتک اُس کا ضروری نتیجہ رحم نہ ہو۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ قرآن نے اُن باریک پہلوؤں کا لحاظ کیا ہے جو انجیل نے نہیں کیا ....

.... قرآن نے ان باریک پہلوؤں کا لحاظ کیا ہے جو انجیل نے نہیں کیا۔ انجیل کی تعلیم ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیکھانی مگر قرآن کہتا ہے:۔ **جزاء سیئة سیئة مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ**۔ یعنے اصول انصاف یہی ہے کہ جس کو دکھ پہنچایا گیا ہے وہ اسی قدر دکھ پہنچانے کا حق رکھتا ہے۔ لیکن اگر کوئی معاف کروے اور معاف کرنا بے محل نہ ہو بلکہ اُس سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو تو ایسا شخص خدا سے اجر پائے گا۔ ایسا ہی انجیل کہتی ہے کہ کسی نامحرم کی طرف شہوت سے مت دیکھ:۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ نامحرم کی طرف ہرگز مت دیکھ نہ شہوت سے اور نہ غیر شہوت سے۔ کیونکہ پاک دل رہنے کے لئے اس سے عمدہ تر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

اسی طرح قرآن عمیق حکمتوں سے پُر ہے اور ہر ایک تعلیم میں انجیل کی نسبت حقیقی نیکی کے سکھلانے کے لئے آگے قدم رکھتا ہے بالخصوص سچے اور غیر متغیر خدا کے دیکھنے کا چراغ تو قرآن ہی کے ہاتھ میں ہے اگر وہ دنیا پر نہ آیا ہوتا تو خدا جانے دُنیا میں مخلوق پرستی کا عدد کس نمبر تک پہنچ جاتا۔ سو شکر کا مقام ہے کہ خدا کی وحدانیت جو زمین سے گم ہوگئی تھی دوبارہ قائم ہوگئی +

سو جاننا چاہیے کہ خَلق خا کے فتح سے ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق خا کے ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہے نہ صرف طبعی جذبات سے اسلئے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہے طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا اور پھر یہ بات بھی بیان کردینے کے لائق ہے کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خُلق صرف

حلم اور نرمی اور انکساری کا نام ہے۔ یہ اون کی غلطی ہے۔ بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئیں ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خلق ہے۔ مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہے جو جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل ہو تو ایک خلق ہے ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو شجاعت کہتے ہیں۔ پس جب انسان محل اور موقعہ کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہے تو اس کا نام بھی خلق ہے اور ایسا ہی انسان کبھی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا ہے یا ناداروں اور بھوکوں کو کچھ دینا چاہتا ہے یا کسی اور طور سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو رحم بولتے ہیں اور کبھی انسان اپنے ہاتھوں کے ذریعہ سے ظالم کو سزا دیتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے۔ جس کو عفو اور صبر کہتے ہیں اور کبھی انسان بنی نوع کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہے یا پیروں سے یا دل اور دماغ سے اور اون کی بہبودی کے لئے اپنا سرمایہ خرچ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو سخاوت کہتے ہیں۔ پس جب انسان ان تمام قوتوں کو موقعہ اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اسوقت اون کا نام خلق رکھا جاتا ہے اللہ جلشانہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے انک لعلیٰ خلق عظیم یعنے تو ایک بزرگ خلق پر قائم ہے سو اسی تشریح کے مطابق اس کے معنے ہیں۔ یعنے یہ کہ تمام قسمیں اخلاق کی سخاوت۔ شجاعت۔ عدل۔ رحم۔ احسان۔ صدق۔ حوصلہ وغیرہ تجھ میں جمع ہیں۔ غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیساکہ۔ ادب۔ حیا۔ دیانت۔ مروت۔ غیرت۔ استقامت۔ عفت۔ زہادت۔ اعتدال۔ مواسات یعنے ہمدردی ایسا ہی شجاعت۔ سخاوت۔ عفو۔ صبر احسان۔ صدق۔ وفا وغیرہ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقعہ پر ظاہر کئے جائیں گے تو سب کا نام اخلاق ہوگا اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اسوقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقعہ کے لحاظ سے بالارادہ انکو استعمال کیا جاوے چونکہ انسان کے طبعی خواصوں میں سے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے اس لئے وہ سچے مذہب کی پیروی اور نیک صحبتوں اور نیک تعلیموں سے ایسے طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ میں لے آتا ہے اور یہ امر کسی اور جاندار کے لئے نصیب نہیں۔

اور منجملہ انسان کے طبعی امور کے جو اُسکی طبیعت کے لازم حال ہیں ہمدردی خلق کا ایک جوش ہے قومی حمایت کا جوش بالطبع ہر ایک مذہب کے لوگوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ طبعی جوش سے اپنی قوم کی ہمدردی کے لئے دوسروں پر ظلم کر دیتے ہیں گویا انہیں انسان نہیں سمجھتے سو اسی حالت کو خلق نہیں کہہ سکتے یہ فقط ایک طبعی جوش ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حالت طبعی کوؤں وغیرہ پرندوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک کوے کے مرنے پر ہزارہا کوے جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ عادت انسانی اخلاق میں اسوقت داخل ہوگی جبکہ یہ ہمدردی انصاف اور عدل کی رعایت سے محل اور موقعہ پر ہو اسوقت یہ ایک عظیم الشان خلق ہوگا جس کا نام عربی میں مواسات اور فارسی میں ہمدردی ہے اسی کی طرف اللہ جلشانہ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۔ ولا تهنوا فی ابتغاء القوم ولا تکن للخائنین خصیما ولا تجادل عن الذین یختانون انفسهم ان الله لا یحب من کان خوانا اثیما یعنے اپنی قوم کی ہمدردی اور اعانت فقط نیکی کے کاموں میں کرنی چاہئیے اور ظلم اور زیادتی کے کاموں میں ان کی اعانت ہرگز نہیں کرنی چاہئے اور قوم کی ہمدردی میں سرگرم رہو تھکو مت اور خیانت کرنیوالوں کی طرف سے مت جھگڑو جو خیانت کرنے سے باز نہیں آتے خداتعالیٰ خیانت پیشہ لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔ منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہیں ایک اس برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اسی وقت سے محسوس ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے رحم سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی ماں کی محبت کی رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اُس کے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرت اس کا کھلتا جاتا ہے یہ کشش محبت جو اُس کے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ و روپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے۔ پھر تو یہ ہوتا ہے کہ بجز اپنی ماں کی گود کے کسی جگہ آرام نہیں پاتا اور پورا آرام اس کا اسی کے کنار عاطفت میں ہوتا ہے اور اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے اور دور ڈال دیا جائے تو تمام عیش اُس کا تلخ ہو جاتا ہے۔ اور اگرچہ اس کے آگے نعمتوں کا ایک ڈھیر ڈالدیا جائے تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اُس کے بغیر کسی طرح آرام نہیں پاتا سو وہ کشش محبت جو اس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے؟! درحقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرۃ میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر ایک جگہ جو انسان تعلق محبت پیدا کرتا ہے درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہ جو یہ عاشقانہ جوش دکھلاتا ہے درحقیقت اسی محبت کا وہ ایک عکس ہے گویا وہ دوسری چیزوں کو اٹھا اٹھا کر ایک گمشدہ چیز کو تلاش کر رہا ہے جسکا اب نام بھول گیا ہے سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے محبت کرنا یا کسی خوش آواز کے گیت کی طرف اس کی روح کا کھینچے جانا درحقیقت اسی گمشدہ محبوب کی تلاش ہے اور چونکہ انسان اوس دقیق در دقیق ہستی کو جو آگ کی طرح ہر ایک میں مخفی اور سب پر پوشیدہ ہے۔ اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا اور نہ اپنی ناتمام عقل سے اُس کو پا سکتا ہے اس لئے اس کی معرفت کے بارہ میں انسان کو بڑی بڑی غلطی لگی ہیں اور سہو کاریوں سے اس کا حق دوسرے کو دیا گیا ہے۔ خدا نے قرآن شریف میں یہ خوب مثال دی ہے کہ دنیا ایک ایسی شیش محل کی طرح ہے جس کی زمین کا فرش نہایت مصفا شیشوں سے کیا گیا اور پھر اون شیشوں کے نیچے پانی چھوڑا گیا جو نہایت تیزی سے چل رہا ہے اب ہر ایک نظر جو شیشوں پر پڑتی ہے وہ اپنی غلطی سے ان شیشوں کو بھی پانی سمجھ لیتی ہے اور پھر ان شیشوں پر چلنے سے ایسا ڈرتا ہے جیساکہ پانی سے ڈرنا چاہئے حالانکہ وہ درحقیقت شیشے ہیں مگر صاف اور شفاف سو یہ بڑے بڑے اجرام جو نظر آتے ہیں جیسے آفتاب و مہتاب یہ وہی صاف شیشے ہیں۔ جن کی غلطی سے پرستش کی گئی اور اون کے نیچے ایک اعلیٰ طاقت کام کر رہی ہے جو ان شیشوں کے پردہ میں پانی کی طرح بڑی تیزی سے چل رہی ہے اور مخلوق پرستوں کی نظر کی یہ غلطی ہے کہ انہیں شیشوں کی طرف اس کام کو منسوب کر رہے ہیں جو انکے نیچے کی طاقت دکھلا رہی ہے یہی تفسیر اس آیت کریمہ کی جو انه صرح ممرد من قواریر ہے غرض کہ چونکہ خداتعالیٰ کی ذات

حضرت اقدس کا ایک تازہ خط

مندرجہ ذیل خط حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک پٹیالہ کے ہندو دوست کے خط کے جواب میں لکھا ہے جس نے اپنے خط میں اپنا یہ مذہب ظاہر کیا تھا کہ سب مذہب خدا ہی کی طرف سے ہیں اس لئے ہر ایک مذہب پر چل کر انسان خدا کو پا سکتا ہے۔ اس کے جواب میں مندرجہ ذیل خط حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے جو ناظرین کے فائدہ کے لئے ہم درج کرتے ہیں۔

آپ نے اپنے خط میں کچھ مذہبی رنگ میں بھی نصائح تحریر فرمائی تھیں مجھکو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو اس عظیم الشان پہلو سے بھی دلچسپی ہے۔ درحقیقت چونکہ دنیا ایک مسافرخانہ ہے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سب لوگ اصلی گھر کی طرف واپس کئے جائیں گے اس لئے ہر ایک کا یہی فرض ہونا چاہئے کہ دین اور مذہب کے عقائد کے معاملہ میں پورے غور سے سوچے پھر جس طریق کو خدا تعالیٰ کی رضامندی کے موافق پاوے اُس کے اختیار کرنے میں کسی ذلت اور بدنامی سے نہ ڈرے اور نہ اہل و عیال اور خویشوں اور فرزندوں کی پرواہ رکھے ہمیشہ صادقوں نے ایسا ہی کیا ہے اور سچائی کے اختیار کرنے میں اُنہوں نے بڑے بڑے دکھ اٹھائے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ خواہ عقاید ہوں یا اعمال دو حال سے خالی نہیں یا سچے ہوتے ہیں یا جھوٹے۔ پھر جھوٹے کو اختیار کرنا دھرم نہیں ہے مثلاً وید کی طرف یہ ہدایت منسوب کیجاتی ہے کہ اگر کسی عورت کے چند سال تک بیٹا نہ ہو یا بیٹیاں ہی ہوں تو اس کا خاوند اپنی اُس عورت کو دوسرے سے ہمبستر کرا سکتا ہے اور ایسا سلسلہ اُس وقت تک جاری رہ سکتا ہے۔ جب تک ایک بیگانہ مرد کے نطفہ سے گیارہ فرزند نرینہ پیدا ہو جائیں اور شاکت مت میں جو وید کی طرف ہی اپنے تئیں منسوب کرتے ہیں۔ یہ ہدایت ہے کہ اون کے خاص مذہبی میلوں میں ماں اور بہن سے بھی جماع درست ہے اور ایک شخص دوسرے شخص کی عورت سے زنا کر سکتا ہے اسی طرح دنیا میں ہزارہا ایسے مذہب ہیں کہ اگر انکا ذکر کیا جاوے تو آپ انگشت بدندان رہیں گے پھر کیونکر ممکن ہے کہ انسان صلح کاری اختیار کرکے ان لوگوں کی ہاں سے ہاں ملاوے ایسا ہی عقاید کا حال ہے بعض لوگ دریاؤں کی پوجا کرتے ہیں بعض لوگ آگ کی بعض سورج کی بعض چاند کی بعض درختوں کی بعض سانپوں اور بتوں کی اور بعض انسانوں کو درحقیقت خدا سمجھتے ہیں۔ تو کیا ممکن ہے کہ ان سب کو راستباز سمجھا جاوے۔

جو لوگ دنیا کی اصلاح کے لئے آتے ہیں اُن کا فرض ہوتا ہے کہ سچائی کو زمین پر پھیلا دیں اور جھوٹ کی بیخکنی کریں وہ سچائی کے دوست اور جھوٹ کے دشمن ہوتے ہیں مثلاً اگر کسی راستباز کو چند ڈاکو یا ٹھگ یا چور یہ ترغیب دیں کہ تو بھی ڈاکہ یا کیسہ بُری یا نقب زنی کے کوئی مال حاصل کرنا چاہئے تو کیا جائز ہوگا کہ وہ راستباز اُنکے ساتھ ہو کر ایسے جرائم کا ارتکاب کرے۔ پس مذہب کس چیز کا نام ہے اسی بات کا نام تو مذہب ہے کہ جو عقاید یا اعمال بُرے اور گندہ اور ناپاک ہوں اُن سے پرہیز کیا جاوے اور ایسی کتابیں جو ناپاک عقاید یا اعمال سکھلاتی ہیں اُن کو اپنا پیشوا اور رہبر نہ بنایا جاوے میں اس بات کو کسی طرح سمجھ نہیں سکتا کہ ہر ایک مذہب سے صلح رکھی جاوے اور اون کی ہاں میں ہاں لائی جائے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا جاوے تو دنیا میں کوئی بدی بدی نہیں رہے گی اور ہر قسم کے بد عقاید اور بد اعمال کیا نیکیوں میں داخل ہو جائینگی حالانکہ جو شخص ایک نظر دُنیا کے مذاہب پر ڈالے تو اوس کو معلوم ہو جائیگا کہ خدا شناسی کے بارے میں ہی کئی عقاید ہیں بعض ناستک مت یعنی دہریہ ہیں وہ خدا کے قائل نہیں ہیں اور بعض انسانوں یا حیوانوں یا اجرام سماوی یا عناصر کو خدا بناتے ہیں خاص آریہ سماجی جو اپنے تئیں ویدوں کے وارث ٹھیراتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے ایک ذرہ بھی پیدا نہ کیا اور نہ ارواح پیدا کئے بلکہ یہ تمام چیزیں اور اونکی تمام قوتیں خود بخود ہیں پرمیشر کا انہیں کچھ بھی دخل نہیں۔ مگر مجھے اس جگہ ان باتوں کو بیان کرنے سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ایک راستباز کے لئے ممکن نہیں کہ ان تمام متناقض امور کو مان لے اور اُن پر ایمان لاوے جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی عظمت اور توحید اور قدرت کاملہ پر داغ لگایا ہے یا بدکاری کو جائز رکھا ہے میں اس جگہ اون کی نسبت اور اونکی کتاب کی نسبت کچھ نہیں کہتا صرف آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ انسان کے لئے ممکن نہیں کہ ناپاک کو بھی ایسا ہی تسلیم کرے جیسا کہ پاک کو کرتا ہے یہ سچ ہے کہ پاک ہونے سے خدا ملتا ہے لیکن ایسے طریق سے جو ناپاک عقاید اور ناپاک اعمال پر مشتمل ہیں کیونکر خدا مل سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنا بہشتی زندگی تک پہنچاتا ہے لیکن جو شخص راجہ رامچندر یا راجہ کرشن یا حضرت عیسٰے کو خدا سمجھتا ہے یا خدائے قیوم کو ایسا عاجز اور ناقص خیال کرتا ہے کہ ایک ذرہ یا ایک روح کے پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں۔ وہ کیونکر اس پاک ذوالجلال کی حقیقی محبت سے حصہ لے سکتا ہے۔ حقیقی اور سچ خدا کو اُس کی پاک اور کامل صفات کے ساتھ جاننا اور اُس کی پاک راہوں کے مطابق چلنا ہی حقیقی نجات ہے اور ایسی حقیقی نجات کے مخالف جو طریق ہیں وہ سب گمراہی کے طریق ہیں پھر کیونکر ان طریقوں میں پھنسے رہنے سے انسان حقیقی نجات پا سکتا ہے۔

دُنیا میں اکثر یہ واقعہ مشہود ہے کہ ہر ایک شخص اُن خیالات پر بہت بھروسہ رکھتا ہے جن خیالات میں اُس نے پرورش پائی ہے۔ یا جن کو سننے کا اُس کو بہت موقعہ ملا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی بے تکلف کہدیتا ہے کہ عیسیٰ ہی خدا ہے اور ایک ہندو اس بات کے بیان کرنے سے کچھ شرم نہیں کرتا کہ راجہ رامچندر اور کرشن درحقیقت خدا ہیں یا دریائے گنگ اپنے پرستاروں کو مرادیں دیتا ہے یا اون کا ایک ایسا خدا ہے جس نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا صرف موجودہ اجسام اور ارواح کو جو کسی اتفاق سے خود بخود اور قدیم سے چلے آتے ہیں جوڑنا اس کا کام ہے لیکن یہ تمام بھروسے بے اصل ہیں ان کے ساتھ کوئی دلیل نہیں زندہ خدا کو تلاش کرنا نجات کے طالب کا اصول ہونا چاہئے۔ دنیا رسوم اور عادات کی قید میں ہے ہر ایک شخص جو کسی مذہب میں پیدا ہوتا ہے اکثر بہرحال اُسی کی حمایت کرتا ہے۔ لیکن یہ طریق صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ بات ہے کہ جس مذہب کے رو سے زندہ خدا کا پتہ مل سکے اور بڑے بڑے نشانوں اور معجزات سے ثابت ہو کہ وہی خدا ہے اس مذہب کو اختیار کرنا چاہئے کیونکہ اگر درحقیقت خدا موجود ہے اور اس کی ذات کی قسم کہ درحقیقت وہ موجود ہے تو یہ اسکا کام ہے کہ بندوں پر اپنے تئیں ظاہر کرے۔ اور انسان جو محض اپنی اٹکلوں سے خیال کرتا ہے کہ اس جہان کا ایک خدا ہے وہ اٹکلیں سچی تسلی دینے کے لئے کافی نہیں اور جیسا کہ ایک محجوب اُن روپیوں پر بھروسہ کرتا ہے جو اُس کے صندوق میں بند ہیں اور اُس زمین پر جو اُس کے قبضہ میں ہے اور ان باغات پر جو ہمیشہ صدہا روپیہ کی آمدنی نکالتے ہیں اور اُن لائق بیٹوں پر جو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز ہیں اور ماں باپ کو ہزارہا روپیہ سے مدد کرتے ہیں وہ محجوب ایسا بھروسہ خدا تعالیٰ پر ہرگز نہیں کر سکتا اس کا کیا سبب ہے۔ یہی سبب ہے کہ اوسے حقیقی ایمان نہیں۔ ایسا ہی ایک غافل جیسا کہ طاعون سے ڈرتا ہے

اور اس گاؤں میں داخل نہیں ہوتا جو طاعون سے ہلاک ہو رہا ہے اور جیسا کہ وہ سانپ سے ڈرتا ہے اور اس سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈالتا جس میں سانپ ہونیکا گمان ہو اور جیسا کہ وہ شیر سے ڈرتا ہے اور اس بن میں داخل نہیں ہوتا جس میں شیر ہو۔ ایسا ہی وہ خدا سے نہیں ڈرتا اور دلیری سے گناہ کرتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ وہ اگرچہ زبان سے کہتا ہے مگر در اصل خدا تعالیٰ سے غافل اور بہت دور ہے۔ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا کوئی امر سہل نہیں ہے بلکہ جبتک خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشان ظاہر نہ ہوں اسوقت تک انسان سمجھ بھی نہیں سکتا کہ خدا بھی ہے۔ گو تمام دنیا اپنی زبان سے کہتی ہے کہ ہم خدا پر ایمان لائے مگر ان کے اعمال گواہی دے رہے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔ سچا ایمان تجربہ کے بعد حاصل ہوتا ہے مثلاً جب انسان بار بار کے تجربہ سے معلوم کر لیتا ہے کہ سم الفار ایک زہر ہے جو نہایت قلیل مقدار اسکی قاتل ہے تو وہ سم الفار کہانے سے پرہیز کرتا ہے۔ تب اس وقت کہہ سکتے ہیں کہ وہ سم الفار کے قاتل ہونے پر ایمان لایا۔ سو جو شخص کسی پہلو سے گناہ میں گرفتار ہے وہ ہنوز خدا پر ایمان ہرگز نہیں لایا اور نہ اس کو شناخت کیا۔

دنیا بہت سی فضولیوں سے بھری ہوئی ہے اور لوگ ایک جھوٹی منطق پر راضی ہو رہے ہیں۔ مذہب وہی ہے جو خدا تعالیٰ کو دکھلاتا ہے اور خدا سے ایسا قریب کر دیتا ہے کہ گویا انسان خدا کو دیکھتا ہے اور جب انسان یقین سے بھر جاتا ہے تو خدا تعالیٰ سے اس کا ایک خاص تعلق ہو جاتا ہے وہ گناہ سے اور ہر ایک ناپاکی سے خلاصی پاتا ہے اور اس کا سہارا صرف خدا ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے خاص نشانوں سے اور اپنی خاص تجلی سے اور اپنے خاص کلام سے اس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ میں موجود ہوں۔ تب اس روز سے وہ جانتا ہے کہ **خدا ہے** اور اسی روز سے وہ پاک کیا جاتا ہے اور اندرونی آلائشیں دور کی جاتی ہیں یہی معرفت ہے جو بہشت کی کنجی ہے مگر یہ بجز اسلام کے اور کسی کو بھی میسر نہیں آتی۔ یہی خدا تعالیٰ کا ابتدا سے وعدہ ہے جو وہ انہی پر ظاہر ہوتا ہے جو اس کے پاک کلام کی پیروی کرتے ہیں تجربہ سے زیادہ کوئی گواہ نہیں پس جبکہ تجربہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ خدا اپنے تئیں بجز اسلام کے کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اور کسی سے ہمکلام نہیں ہوتا اور کسی کی اپنے زبردست معجزات سے مدد نہیں کرتا تو ہم کیونکر مان لیں کہ دوسرے مذہب میں ایسا ہو سکتا ہے۔

ابھی تھوڑے دن کی بات ہے کہ لیکھرام نامی ایک برہمن جو آریہ تھا قادیان میں میرے پاس آیا اور کہا کہ وید خدا کا کلام ہے قرآن شریف خدا کا کلام نہیں ہے۔ میں نے اس کو کہا کہ چونکہ تمہارا دعویٰ ہے کہ وید خدا کا کلام ہے مگر میں اسکو اس کی موجودہ حیثیت کے لحاظ سے خدا کا کلام نہیں جانتا کیونکہ اسمیں شرک کی تعلیم ہے اور کئی اور ناپاک تعلیمیں ہیں۔ مگر میں قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتا ہوں کیونکہ اسمیں نہ شرک کی تعلیم ہے اور نہ کوئی اور ناپاک تعلیم ہے اور اس کی پیروی سے زندہ خدا کا چہرہ نظر آجاتا ہے اور معجزات ظاہر ہوتے ہیں پس بہت سہل طریق یہ ہے کہ تم وید والے خدا سے میری نسبت کوئی پیشگوئی کرو اور میں قرآن شریف والے خدا سے وحی پاکر کوئی پیشگوئی کرونگا۔ پس اسنے میری نسبت یہ پیشگوئی کی کہ یہ شخص تین برس تک ہیضہ کی بیماری سے مرجائیگا اور میرے خدا نے یہ ظاہر کیا کہ چھ برس تک لیکھرام بذریعہ قتل نابود ہو جائے گا کیونکہ وہ خدا کے پاک نبی کی بے ادبی میں حد سے گذر گیا۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس کے مرنیکے تھوڑی مدت کے بعد پنجاب میں طاعون پھیل جائیگی یہ تمام پیشگوئیاں میں نے اپنی کتابوں میں بار بار شائع کر دیں اور یہ بھی شائع کر دیا کہ اگر وید درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اب آریہ سماج والوں کو چاہیئے کہ لیکھرام کی نسبت اپنے پرمیشر سے بہت دعا کریں تا وہ اس کو بچالے کیونکہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے ان کا پرمیشر اسکو بچا نہیں سکیگا اور ایسا ہی لیکھرام نے بھی میری نسبت اپنی کتاب میں شائع کر دیا کہ یہ شخص تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے فوت ہو جائیگا۔ آخر لیکھرام اپنے قتل ہو جانے سے گواہی دے گیا کہ وید خدا کی طرف سے نہیں ہے۔

اسی طرح نہ ایک نشان بلکہ ہزارہا نشان ظاہر ہوئے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں جن سے روز روشن کی طرح کھلگیا کہ دین اسلام ہی دنیا میں سچا مذہب ہے اور سب انسانوں کے اختراع ہیں اور یا کسیوقت سچے تھے اور بعد میں وہ کتابیں بگڑ گئیں۔ اے عزیز ہم آپ کی باتوں کو جو کوئی روشن دلیل ساتھ نہیں رکھتیں کیونکر مان لیں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف دعوے ہے جس کے ساتھ کوئی دلیل نہیں دنیا میں ایک ادنیٰ مقدمہ بھی جب کسی عدالت میں پیش ہوتا ہے تو ثبوت کے سوائے کسی حاکم کے نزدیک قابل سماعت نہیں ہوتا اور ایسا مدعی ڈگری حاصل نہیں کر سکتا تو پھر نہ معلوم آپ ان خیالات پر کیونکر بھروسہ رکھتے ہیں جو بے ثبوت ہیں خدا ایک ہے اور اس کی مرضی ایک ہے پھر وہ کیونکر متناقض امور کا مصداق ہو سکتا ہے اور کیونکر ہم ان سب باتوں کو بھی مان سکتے ہیں کہ عیسےٰ خدا ہے اور رامچندر خدا ہے اور کرشن خدا ہے اور یا کہ خدا ایسا عاجز ہے کہ ایک ذرہ بھی اس نے پیدا نہیں کیا۔ وہ مذہب قبولیت کے لائق ہے جو ثبوت کا روشن چراغ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ اسلام ہے اگر آپ یہ کہیں کہ جو زبردست نشان اور معجزات اسلام میں ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں بھی ہوتے ہیں تو ہم آپ کی اس بات کو بشوق سنیں گے بشرطیکہ آپ اس کا ثبوت دیں مگر یاد رکھیں کہ یہ آپ کے لئے ہرگز ممکن نہیں ہوگا کہ اس زمانہ میں کوئی ایسا زندہ شخص بھی دکھلا سکیں کہ وہ برکات اور آسمانی نشان جو مجھے ملے ہیں ان میں مقابلہ کرکے دکھلاوے اب میں آپ کے بعض خیالات کی غلطی کو رفع کرتا ہوں۔

قول آں عزیز۔ خدا نے کافر اور مومن کو اس دنیا میں یکساں حصہ بخشا ہے **اقول** چونکہ خدا نے ہر ایک کو اپنی طرف بلایا ہے اسلئے سبکو ایسی قوتیں بخشی ہیں کہ اگر وہ ان قوتوں کو ٹھیک طور پر استعمال کریں تو منزل مقصود تک پہنچ جائیں مگر تجربہ سے ثابت ہے کہ بجز اس کے کہ کوئی اسلام پر قدم مارے ہر ایک شخص ان قوتوں کو بے اعتدالی سے استعمال میں لاتا ہے اور منزل مقصود تک نہیں پہنچتا **قول آنعزیز**۔ نہایت مشکل ہے کہ تمام لوگ ایک ہی مذہب پر چلیں **اقول** سچے طالب کے لئے ہر ایک مشکل سہل کی جاتی ہے

قول آنعزیز۔ اگرچہ ریل پر چلنے والے بہت آرام پاتے ہیں لیکن اگر کوئی پیادہ پا سفر اختیار کرے تو ریل والے اس کو کافر نہیں کہتے **اقول**۔ یہ قول دینی معاملہ پر چسپاں نہیں ہے اور قیاس مع الفارق ہے خدا کے ملنے کی ایک ہی راہ ہے۔ یعنی معجزات اور نشانوں سے یقین حاصل ہونا اسی پر تزکیہ نفس موقوف ہے اور یقین کے اسباب بجز اسلام کے کسی مذہب میں نہیں۔

قول آنعزیز۔ خدا بے انت ہے سو ہم بے انت کو اسی وقت محسوس کر سکتے ہیں جب پابندی شرع سے باہر ہو جائیں۔ **اقول** شرع عربی لفظ ہے۔ جس کے معنے ہیں راہ یعنی خدا کے پانے کی راہ پس آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب ہم خدا کے پانے کی راہ چھوڑ دیں تب ہمیں خدا ملیگا اب آپ خود سوچ لیں کہ یہ کیسا معقول ہے۔

قول آنعزیز۔ ذات پات پوچھے کو

ہر کو مجھے سو ہر کا ہو۔ اقول۔ یہ سچ بات ہے اس سے اسلام بحث نہیں کرتا کہ کس قوم اور کس ذات کا آدمی ہے جو شخص راہ راست طلب کرے گا خواہ وہ کسی قوم کا ہو خدا اسے ملے گا مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ خواہ کسی مذہب کا پابند ہو خدا کو مل سکتا ہے کیونکہ جبتک پاک مذہب اختیار نہیں کرے گا تب تک خدا ہرگز نہیں پاوے گا مذہب اور چیز ہے اور قوم اور چیز

قول آن عزیز۔ یہی وجہ ہے کہ پیروان وید نے کسی شخص کی پیروی نجات کے لئے محصور نہیں رکھی۔ اقول جس شخص کے نزدیک وید کے مؤلف کی پیروی نجات کے لئے محصور نہیں وہ وید کا مکذب ہے آپ خود بتلاویں کہ اگر مثلاً ایک شخص وید کے اصولوں اور تعلیموں کو نہیں مانتا نہ نیوگ کو مانتا ہے نہ اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ اولاد کی خواہش کے لئے اپنی زندگی میں اپنی جورو کو ہمبستر کراوے اور یا وہ اس بات کو نہیں مانتا کہ پرمیشر نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔ اور تمام روحیں اپنے اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہیں اور یا وہ اگنی وایو سورج وغیرہ کی پرستش کو نہیں مانتا غرض وہ ہر طرح وید کو ردی کی طرح خیال کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جس پرمیشر کو وید نے پیش کیا ہے اُس کو پرمیشر ہی نہیں جانتا تو کیا ایسے آدمی کے لئے نجات ہے یا نہیں۔ اگر نجات ہے تو آپ وید سے ایسی شرتی پیش کریں جو ان معنوں پر مشتمل ہو اور اگر نجات نہیں تو پھر آپ کا یہ قول صحیح نہ ہوا کیونکہ ہم لوگ بھی تو صرف اسقدر کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن شریف کی تعلیموں کو نہیں مانتا اُس کو ہرگز نجات نہیں اور اس جہان میں وہ اندھے کی طرح بسر کرے گا جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے **ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین**۔ یعنی قرآن نے جو دین اسلام پیش کیا ہے جو شخص قرآنی تعلیم کو قبول نہیں کرے گا وہ مقبول خدا ہرگز نہ ہو گا اور مرنے کے بعد وہ زیاں کاروں میں ہو گا یہ کہنا کہ کسی شخص کی پیروی وید کے رو سے درست نہیں یہ غلط ہے جب اُس کی کتاب کی پیروی کی تو خود اُس کی پیروی ہو گئی اگر ہندو صاحبان وید کی پیروی نہیں کرتے تو پھر وید کو پیش کیوں کرتے ہیں۔

قول آن عزیز۔ ہر ملت اور مذہب میں صاحب کمال گذرے ہیں۔ اقول زمانہ موجودہ میں بطور ثبوت کے کسی صاحب کمال کو پیش کرنا چاہئیے کیا آپ کے نزدیک پنڈت لیکھرام صاحب کمال تھا یا نہیں جس کو آج تک آریہ سماجی لوگ رو رہے ہیں۔

میں نے آن محب کی دلجوئی کے لئے باوجود کم فرصتی کے یہ چند سطریں لکھی ہیں۔ امید کہ اس پر غور فرمائیں گے۔

خاکسار غلام احمد از قادیان

۱۴- جون ۱۹۰۳ء

حضرت امام الزمان کی ڈائری

۲۶- جون ۱۹۰۳ء

دربار شام بوقت ۶ بجے

ایمان کے ساتھ عمل ضروری ہے

فرمایا اسلام کا دعویٰ کرنا اور میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کیونکہ جبتک ایمان کے ساتھ عمل نہ ہو کچھ نہیں نرے دعوے کرنا اور عمل سے اس کا ثبوت نہ دینا خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے اور اس آیت کا مصداق ہو جاتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون۔ یعنے اے ایمان والو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے ہو۔ یہ امر کہ تم وہ باتیں کہو جنپر تم عمل نہیں کرتے خدا تعالےٰ کے نزدیک بڑے غضب کا موجب ہیں۔

پس انسان جس کو اسلام کا دعوےٰ ہے یا جو میرے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے اگر وہ اپنے آپ کو اس دعوے کے موافق نہیں بناتا اور اُس کے اندر کھوٹ رہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے غضب کے نیچے آ جاتا ہے اس سے بچنا لازم ہے

شرعی اور کونی اوامر

فرمایا اوامر کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک امر شرعی ہوتا ہے جس کے بخلاف انسان کر سکتا ہے دوسرے اوامر کونی ہوتے ہیں جس کا خلاف ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ فرمایا **قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم**۔ اسمیں کوئی خلاف نہیں کر سکتا چنانچہ آگ اس حکم کے خلاف ہرگز نہ کر سکتی تھی۔ انسان کو جو حکم اللہ تعالیٰ نے شریعت کے رنگ میں دئے ہیں جیسے **اقیموا الصلوٰۃ** نماز کو قائم رکھو یا فرمایا **واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ** ان پر جب وہ ایک عرصہ تک قائم رہتا ہے تو یہ احکام بھی تشریعی رنگ سے نکلکر کونی رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور پھر وہ ان احکام کی خلاف ورزی کر ہی نہیں سکتا۔

دربار شام

۲۸- جون ۱۹۰۳ء

آدم کی خلافت کسی قوم پر تھی یا نہیں۔

ایک شخص کے اس سوال پر کہ آدم علیہ السلام جو خلیفہ بنائے گئے تھے تو اس وقت کوئی ..... قوم موجود تھی تو پھر حوا کی نئی پیدائش کی ضرورت نہ تھی اسی موجودہ قوم سے نکاح کر سکتے تھے فرمایا

حدیث شریف میں آیا ہے **ومن حسن الاسلام ترک ما لا یعنیه** یعنی دریچ غیر مفید امور کو ترک کر دینا بھی اسلام کی خوبی ہے قرآن شریف میں جو فرمایا گیا ہے **انی جاعل فی الارض خلیفه** اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ پہلے سے اسوقت کوئی قوم موجود ہو اور دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے **والجان خلقنه من قبل من نار السموم** ایک قوم جان بھی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے موجود تھی۔ اور ایسا ہی بخاری میں ایک حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے خالق ہے۔ اور حق بھی یہی ہے کیونکہ اگر اُس کو ہمیشہ سے خالق نہ مانیں تو پھر نعوذ باللہ اُس کی ذات پر حرف آتا ہے اور یہ ماننا پڑے گا کہ آدم سے پہلے وہ معطل تھا اور قرآن شریف میں جو ترکیب ہے وہ اللہ تعالےٰ کی صفات کے استمرار پر دلالت کرتی ہے اور اگر آدم سے پہلے خلق نہ ہوتی تو یہ ترکیب ہوتی پس آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مخلوق ضرور تھی۔

سوال کے دوسرے حصہ کی بابت یاد رکھنا چاہئیے کہ ممکن ہے جس مقام پر آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی ہو وہاں کے لوگ کسی عذاب الٰہی سے اپنے تباہ ہو گئے ہوں کہ کوئی آدمی نہ بچا ہو اور دُنیا میں اس قسم کا سلسلہ دیکھا جاتا ہے کہ کوئی مقام بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور کوئی غیر آباد آباد ہو جاتا ہے

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اہل یورپ اب تک قطب شمالی میں کسی آبادی کی تلاش کر رہے ہیں تا یہ معلوم کریں کہ اوّل کون سے قطعات زمین آباد ہوئے مگر ایسی مشکلات میں پڑنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ ایمان لانا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ رب رحمٰن رحیم۔ مالک یوم الدین ہے اور ہمیشہ سے جو جاندار کی پیدائش ایک نکوں سے ہوتی ہے اور ایک تکوین کو ممکن ہے کہ آدم کے وقت اور مخلوق ہو اور اُسکی جنس سے نہ ہو یا اگر ہو بھی تو اس میں کیا حرج ہے کہ قدرت نمائی کے لئے آدم کی پسلی سے حوّا کو پیدا کر دیا ہے۔

انسان کو بیعت کر کے سب امور ہی ماننے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان لانا چاہیئے وہ ہر چیز پر قادر ہے ممکن ہے کہ ایک قوم موجود ہو اور وہ اُس کے ہوتے ہوئے ایک اور قوم پیدا کر دے یا اسے ہلاک کر کے دوسری قوم پیدا کرے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی ایک جگہ ایسا واقعہ بیان ہوا ہے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ خلیفہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ ایک قوم ضرور ہی پہلے سے موجود ہو ایسا ہو سکتا ہے کہ اور قوم پیدا کر کے پہلی قوم کا اسے خلیفہ بنایا جاوے اور آدم اوس کے مورث اعلیٰ ہوں۔ انسان چونکہ ازلی ابدی نہیں اس پر تغیرات آتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ پر نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے بھی آدم کہا گیا ہے اس کا سر یہ ہے کہ جب روحانیت پر موت آجاتی ہے اور اصل انسانیت فوت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بطور آدم پیدا کرتا ہے اور اسی طرح سے یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ بعض فرقوں کو ہلاک کر دیتا ہے جیسے نوح کے وقت بھی کیا اور پھر ایک نئی پیدائش کی اگر یہ سلسلہ ہلاک نہ ہو تو پھر زمین پر اسقدر آبادی ہو کہ رہنا محال ہو جاوے ان فرقوں نے ہی پردہ پوشی کی ہوئی ہے *

ہمارے معزز خریداران الحکم ازراہ عنایت اپنا اپنا بقایا و چندہ سال رواں جلد ارسال فرماویں مطبع کو مالی مشکلات کے سبب سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ وقت پر برادران کی توجہ دربارہ ترسیل زر باعث شکر گذاری ہوگی

بیعت

اذا جاء نصر اللہ والفتح وانتھی امر الزمان الینا الیس ھذا بالحق

مولا بخش ولد کریم بخش - گوروداس ننگل - گورداسپور
عبد الغفار ولد رحیم بخش - پسرور - سیالکوٹ
حافظ محمد اسمٰعیل ولد لعلبندہ - سید والہ - منٹگمری
عبد الرحمٰن " " " "
روشنائی بی بی زوجہ حلیم " " " "
عائشہ بی بی ولد حلیم .... " " "
صاحب بی بی } " ... " "
جنت بی بی }
بوٹا .... " "
علم دین طالب علم ولد حیات - مصطفےٰ آباد - لاہور
بہادر .... بکاجاہی - منٹگمری
والدہ مولوی نور الدین - دہیرکوٹ جگہ گورداسپور
شاہو - تھوہ - فضل حق - " "
غلام محمد - اسمٰعیل - زینب بی بی - " "
مسماۃ اللہ رکھی .... " "
جیون - فضل الدین - دراجکی - گجرات
سید لعل شاہ صاحب برق - نوشہرہ - پشاور
اہلیہ سید لعل شاہ صاحب " "
پیر بخش - خاص در شہر ڈیرہ غازیخاں
غلام رسول ولد غلام حیدر - محمد صدیق ولد احمد جیو
حسن طالع ولد محمد صدیق } نور محمد ولد سلطان
غلام فاطمہ - " } احمد ولد نور محمد
مسماۃ خاتون زوجہ " } اہلیہ نور محمد
محمد اسحاق - محمد رفیق ولد غلام حیدر
محمد ولد نور محمد + مسماۃ بھاگاں -
چوہدری شتاب خان ولد ہمت - قصور - لاہور
بہادر ولد " + فتح دین - " "
سکندر ولد بہادر + سردار ولد کالو " "
محمد ولد کالو + بہرام ولد سرجا - " "
چوعنط - جمال الدین ولد امام دار - " "
تکھا - ستار دین - " "
نواب ولد عمر + نور ماہی ولد خدا بخش " "
دینا - اہلیہ دینا - نواب ... " "
اللہ دین وقادر بخش ولد نور احمد - " "
حکیم حاجی رحمت اللہ صاحب - راہوں - جالندھر
زوجہ " " "
محمد ابراہیم " " "

خیر بی بی دختر حاجی رحمت اللہ صاحب - راہوں - جالندھر
برکت بی بی - فاطمہ بی بی - " "
حاکم ولد غلام محمد - میاں علی محمد ولد جان محمد - خوشاب - شاہپور
سید پیر شاہ صاحب - دہاروال - گجرات
نور محمد صاحب واعظ - شوحین بدہا ملک
امام الدین ولد رستم گھگھو - پاپڑکوٹ - گوجرانوالہ
پیر محمد - نور محمد - محمد اسحاق ولد امام الدین - "
سماعیل ولد احمد یار - گبڑی عوث - "
اللہ دین ولد قادر بخش } " "
سردار ولد اللہ دین } " "
غلام محمد ولد " } " "
مرزا ولد اللہ دین - پیرکوٹ - گوجرانوالہ
کرم بی بی زوجہ اللہ دین - " "
سید ولد بائی - " "
غلام ولد امام الدین " "
امام الدین ولد خلعت " "
امام بی بی زوجہ امام الدین - " "
حیات ولد امام الدین - " "
مراد و سردار - " "
بخت بھری دختر " "
غلام علی ولد فضلدین - " "
کرم بی بی زوجہ فضلدین - " "
محمد علی ولد فضل الدین - " "
امیر بی بی دختر " "
قطب الدین ولد احمد یار " "
روشنائی زوجہ قطب الدین - " "
عوث محمد - علی محمد - " "
رحمت بی بی دختر " "
خان بی بی زوجہ احمد یار - " "
لال ولد امام بخش - " "
روشنائی زوجہ لال - " "
مراد بی بی دختر لال " "
فتح دین ولد امام بخش تبابل - "
مریم بی بی زوجہ فتح دین " "
زینب بی بی دختر " "
ملا ولد سردار - " "
ست بھرائی زوجہ ملا - " "
اللہ دین ولد حسن - " "
اللہ جوائی زوجہ اللہ دین - " "
مہتاب دین ولد مولوی جلال الدین - پیرکوٹ - "
مراد بخش ولد مہتاب الدین - " "
چوہڑ ولد فتح دین - مانگٹ - "
حیات ولد چوہڑ - " "
حسن بی بی دختر " "
محمد بی بی زوجہ " "
روشن ولد عمر بخش - " "

مصنفہ عبد الحی صاحب عرب * کتاب سلاسل التعلیم تیار ہو گئی ہے - درخواستیں حکیم فضل الدین کے نام آنی چاہئیں - قیمت معہ محصولڈاک ۲ ر -

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی ایڈیٹر و مالک مطبع کے چھپکر شائع ہوا

موعظۃ الحسنۃ

اور راہ کے خطرات سے نجات پا چکے ہیں اسلئے شروع میں ہی اللہ تعالےٰ نے ہمکو تقویٰ کی تعلیم کرکے ایک ایسی کتاب ہم کو عنائیت کی جسمیں تقوےٰ کے وصایا بھی دیئے۔

سو ہماری جماعت یہ غم کل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائیں۔ کہ اونمیں تقوےٰ ہے یا نہیں اہل تقوےٰ کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ غربت اور مسکینی میں اپنی زندگی بسر کرے۔ یہ ایک تقوےٰ کی شاخ ہے جس کے ذریعہ ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لئے آخری اور کڑی منزل غضب سے ہی بچنا ہے۔ عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ غضب اسوقت ہوگا۔ جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے میں نہیں چاہتا۔ کہ میری جماعت والے آپسمیں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استحقاق سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے۔ یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے اور جس کے اندر حقارت ہے ڈر ہے۔ کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اوس کی ہلاکت باعث ہو جاوے بعض آدمی بڑوں کو ملکر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے۔ اوس کی دلجوئی کرے۔ اُس کی بات کی عزت کرے۔ کوئی چڑ کی بات مُنہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان۔ ومن لم یتب فاولٓئک ہم الظالمون۔ پ۲۶۔ تم ایک دوسرے کی چڑ کے نام نہ لو یہ فعل فساق و فجار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے۔ وہ نہ مرے گا۔ جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہوگا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو جب کل ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا خدا کے نزدیک بڑا وہ ہے۔ جو متقی ہے۔ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر۔ پ۲۶۔ یہ جو مختلف ذاتیں ہیں۔ یہ کوئی وجہ شرافت نہیں خدا تعالیٰ نے محض عرف کے لئے یہ ذاتیں بنائیں اور آجکل تو صرف بعد چار پشتوں کے حقیقی پتہ لگانا ہی مشکل ہے۔ متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کوئی سند نہیں۔ حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔ خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں۔ وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ اُن کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔ ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں وہ خالص تقوےٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقوےٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔ آنحضرتؐ یا حضرت ابراہیمؑ نے کسی وراثت سے تو عزت نہیں پائی گو ہمارا ایمان ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے والد ماجد عبداللہ مشرک نہ تھے۔ لیکن اُس نے نبوت تو نہیں دی۔ یہ تو فضل الٰہی تھا۔ اُن صدقوں کے باعث جو اون کی فطرت میں تھی۔ یہی فضل کے محرک تھے حضرت ابراہیمؑ جو ابوالانبیاء تھے اونہوں نے اپنی صدق و تقوےٰ سے ہی بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا خود آگ میں ڈالے گئے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے آپ نے ہر ایک قسم کی بد تحریک کا مقابلہ کیا طرح طرح کے مصائب و تکالیف اوٹھائے لیکن پرواہ نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ وملٓئکتہ یصلون علی النبی۔ یاایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ پ۲۲ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اور اوس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم درود و سلام بھیجو نبی پر + اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اون کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے یعنے آپ کے اعمال صالح کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپ کی روح میں وہ صدق وصفا تھا اور آپ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اسقدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکرگذاری کے طور پر درود بھیجیں اُن کی ہمت و صدق وہ تھا کہ اگر ہم اوپر یا نیچے نگاہ کریں تو اسکی نظیر نہیں ملتی خود مسیح کے وقت کو دیکھ لیا جاوے کہ اون کی ہمت یا روحانی صدق و صفا کا کہاں تک اثر اون کے پیروؤں پر ہوا ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایک بد روش کو درست کرنا کسقدر مشکل ہے۔ عادات راسخہ کا گنوانا کیسا محال سا ہے۔ لیکن ہمارے مقدس نبی نے تو ہزاروں انسانوں کو درست کیا جو حیوانوں سے بدتر تھے بعض ماؤں اور بہنوں میں حیوانات کی طرح فرق نہ کرتے تھے۔ یتیموں کا مال کھاتے مردوں کا مال کھاتے۔ بعض ستارہ پرست بعض دہریہ بعض عناصر پرست تھے جزیرہ عرب کیا تھا ایک مجموعہ مذاہب اپنے اندر رکھتا تھا۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ قرآن کریم ہر ایک قسم کی تعلیم اپنے اندر رکھتا ہے ہر ایک غلط عقیدہ یا بری تعلیم جو دنیا میں ممکن ہے اُس کے استیصال کے لئے کافی تعلیم اس میں موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عمیق حکمت و تصرف ہے۔

چونکہ کامل کتاب نے آکر کامل اصلاح کرنی تھی ضرور تھا کہ اُس کے نزول کے وقت اُس کی جائے نزول میں بیماری بھی کامل طور پر ہوتا کہ ہر ایک بیماری کا علاج کامل کیا جاوے۔ سو اس جزیرہ میں کامل طور سے بیمار تھے اور جن میں وہ تمام بیماریاں روحانی موجود تھیں۔ جو اس وقت یا اُس سے بعد آئندہ نسلوں کو لاحق ہونے والی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن نے کل شریعت کی تکمیل کی اور کتابوں کے نازل ہونے کے وقت نہ یہ ضرورت تھی نہ اون میں ایسی کامل تعلیم ہے۔

ہمارے نبی اکمل کی برکات جسقدر ظہور میں آئے۔ اگر تمام خوارق کو الگ کر دیا جاوے تو آپ کی اصلاح ہی ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ اگر کوئی اس حالت پر غور کرے جب آپ آئے۔ پھر اوس حالت کو دیکھے۔ جو آپ چھوڑ گئے۔ تو اس کو ماننا پڑے گا کہ یہ حالت بذات خود ایک اعجاز تھا۔ اگرچہ کل انبیاء عزت کے قابل ہیں۔ لیکن ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

اگر آنحضرتؐ تشریف نہ لاتے تو نبوت تو درکنار خدائی کا ثبوت بھی اس طرح نہ ملتا آپ کی تعلیم سے پتہ قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفوا احد کا لگا۔ اگر توریت میں کوئی ایسی تعلیم ہوتی۔ اور قرآن صرف اُس کی تحریص ہی کرتا تو نصاریٰ کا وجود ہی کیوں ہوتا۔

غرض قرآن نے جس قدر تقوےٰ کی راہیں اختیار کیں اور ہر طرح کے انسانوں اور مختلف قوموں کی پرورش کرنے کے طریق سکھلائے۔ ایک جاہل عالم۔ اور فلسفی کی پرورش کے

راست ہر طبقے کے سوالات کا جواب غرض کہ کوئی فرقہ نہ چھوڑا۔ جس کی اصلاح کے طریق نہ بتائے۔ یہ ایک دقیقہ وقت تھا۔ جیسے کہ فرمایا **فیھا کتب قیمۃ**۔ س ۳۰۔ یعنی یہ وہ صحیفہ ہیں جس میں کل سچائیاں ہیں۔ سو یہ کیسی کتاب مبارک ہے کہ اس میں سب سامان اعلیٰ درجہ درجہ تک پہنچنے کے موجود ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ جیسے کہ حدیث میں آیا ایک درمیانی زمانہ آوے گا جو فیج اعوج ہے۔ یعنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک میرا زمانہ برکت والا ہے۔ ایک آنیوالا مسیح و مہدی کا۔ مسیح و مہدی کوئی دو الگ اشخاص نہیں ان سے مراد ایک ہی ہے۔ مہدی ہدایت یافتہ سے مراد ہے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسیح مہدی نہیں۔ مہدی مسیح ہو یا نہ ہو۔ لیکن مسیح کے مہدی ہونے سے انکار کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے یہ دو الفاظ سب و شتم کے مقابل بطور ردّ کے رکھے ہیں کہ وہ کافر ضال مضل نہیں بلکہ مہدی ہے۔

چونکہ اُس کے علم میں تھا کہ آنیوالے مسیح کو مہدی دجال و گمراہ کہا جائے گا۔ اس لئے اسے مسیح و مہدی کہا گیا۔ دجال کا تعلق اخلد الی الارض سے تھا۔ اور مسیح کو رفع آسمانی ہونا تھا۔ سو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا اس کی تکمیل دو ہی زمانوں میں ہونی تھی ایک آپ کا زمانہ اور ایک آخری مسیح و مہدی کا زمانہ یعنے ایک زمانہ میں تو قرآن اور سچی تعلیم نازل ہوئی لیکن اُس تعلیم پر فیج اعوج کے زمانہ نے پردہ ڈال دیا جس پردہ کا اوٹھایا جانا مسیح کے زمانہ میں مقدر تھا جیسے کہ فرمایا کہ رسول اکرم نے ایک تو موجودہ جماعت یعنے جماعت صحابہ کرام کا تزکیہ کیا۔ اور ایک آنیوالی جماعت کا جس کی شان میں لما یلحقوا بھم آیا ہے۔ سو یہ ظاہر ہے کہ خدا نے بشارت دی کہ ضلالت کے وقت اللہ تعالیٰ اس دین کو ضائع نہ کرے گا۔ بلکہ آنے والے زمانہ میں خدا حقائق قرآنیہ کو کھول دیگا۔ آثار میں ہے کہ آنیوالے مسیح کی ایک یہ فضیلت ہوگی کہ وہ قرآنی فہم اور معارف کا صاحب ہوگا۔ اور صرف قرآن سے استنباط کرکے لوگوں کو ان غلطیوں سے متنبہ کرے گا جو حقائق قرآن کی ناواقفیت سے لوگوں میں پیدا ہوگئی ہوں۔

قرآن میں رسول اکرم کو مثیل موسےٰ قرار دے کر فرمایا۔ **انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا** س ۲۹۔ یعنے ہمنے ایک رسول بھیجا۔ جیسے موسیٰ کو فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ ہمارا رسول مثیل موسےٰ ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ **وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم** الخ س ۱۸۔ اس مثیل موسیٰ کے خلفا بھی اُسی سلسلہ سے ہونگے۔ جیسے کہ موسےٰ کے خلفا سلسلہ وار آئے اُس سلسلہ کی میعاد چودہ سو برس تک ہی۔ برابر خلفا آتے رہے۔ یہ ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئی تھی کہ جس طرح سے پہلے سلسلہ کا آغاز ہوا ویسے ہی اس سلسلہ کا آغاز ہوگا یعنے جس طرح موسےٰ نے ابتدا میں جلالی نشان دکھلائے اور فرعون سے چھڑایا۔ اس طرح آنیوالا نبی بھی موسےٰ کی طرح ہوگا **فکیف تتقون ان کفرتم یوما یجعل الولدان شیبا ن السماء منفطر بہ۔ کان وعدہ مفعولا** س ۲۹۔ یعنے جس طرح ہمنے موسیٰ کو بھیجا تھا۔ سو رسول اکرم کے وقت کفار عرب بھی فرعونیت سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ بھی فرعون کی طرح باز نہ آئے۔ جب تک اونہوں نے جلالی نشان نہ دیکھ لیا سو آنحضرت کے کام موسےٰ کے کام کے سے تھے اس موسےٰ کے کام قابل پذیرائی نہ تھے۔ لیکن قرآن نے منوایا۔ موسےٰ کے زمانہ میں گو فرعون کے ہاتھ سے نجات اسرائیل کو ملی۔ لیکن گناہوں سے نجات نہ پائی۔ وہ لڑے اور کجدل ہوئے اور موسےٰ پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری پوری نجات دی رسول اکرم صلعم اگر طاقت شوکت سلطنت اسلام کو نہ دیتے تو مسلمان مظلوم رہتے۔ اور نجات کفار کے ہاتھ سے نہ پاتے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ نجات دی کہ مستقل اسلامی سلطنت قایم ہوگئی۔ دوسرا یہ کہ گناہوں سے اُن کو نجات ملی۔ خداوند تعالیٰ نے خود ہر دو نقشے کھینچے ہیں۔ کہ عرب پہلے کیا تھے۔ اور پھر کیا ہوئے اگر دونوں نقشے اکٹھے کئے جائیں۔ تو ان کی پہلی حالت کا اندازہ لگ جاوے گا سو اللہ تعالیٰ نے دو نجاتیں دیں۔ شیطان سے بھی نجات دی اور طاغوت سے بھی۔

جو صدق و صفا آپ نے آپ کے صحابہ کرام نے دکھایا۔ اس کی نظیر کہیں نہیں۔ جان دینے تک دریغ نہ کیا۔ حضرت عیسےٰ کو کوئی مستقل کام نہ تھا اور نہ مفید ہی کوئی الہام تھا۔ چند یہودی کے لوگوں کو سمجھانا کونسا بڑا کام ہے۔ یہودی تو توریت پڑھے ہی ہوئے تھے۔ ایمان لانے والے تھے۔ خدا کو وحدہ لاشریک جانتے ہی تھے تو بعض وقت یہ خیال آجاتا ہے۔ کہ مسیح کرنے ہی کیا آئے تھے۔ یہودیوں میں تو توحید کے لئے اب بھی غیرت پائی جاتی ہے۔ نہایت کار یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ شاید اخلاقی نقص تھے۔ لیکن تعلیم تو توریت میں موجود ہی تھی۔ باوجود اس سہولت کے کہ قوم اُس کتاب کو مانتی تھی۔ مسیح نے وہ کتاب سبقاً سبقاً اُستاد سے پڑھی تھی۔ اُس کے مقابل ہمارے سید و مولےٰ ہادی کامل امی تھے۔ اُن کا کوئی استاد بھی نہ تھا۔ اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے۔ کہ مخالف بھی اس امر سے انکار نہ کرینگے۔ سو حضرت عیسےٰ کے لئے دو آسانیاں تھیں۔ ایک تو برادری کے لوگ تھے جو بھاری بات منوانی تھی۔ وہ پہلے ہی مان چکے تھے۔ ہاں کچھ اخلاقی نقص۔ لیکن باوجود اتنی سہولت کے حواری درست نہ ہوئے لالچی رہے۔ حضرت عیسےٰ اپنے پاس روپیہ رکھتے تھے۔ بعض چوریاں بھی کرتے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے رکھنے کی جگہ نہیں۔ لیکن ہم حیران ہیں۔ کہ اس کے کیا معنے ہیں۔ جب گھر بھی ہو۔ اور مکان بھی ہو اور مال میں گنجائش اسقدر ہو کہ چوری کیجاوے تو پتہ بھی نہ لگے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ دیکھنا یہ منظور ہے۔ کہ باوجود ان تمام سہولت کے کوئی اصلاح نہ ہو سکے۔ پطرس کو بہشت کی کنجیاں تو مل جاویں۔ لیکن اپنے استاد کو لعنت دینے سے نہ رک سکے۔ اب مقابلہ میں الفاظ کا دیکھا جاوے۔ کہ ہمارے ہادی اکمل کے صحابہ نے اپنے خدا اور رسول کے لئے کیا کیا۔ جان نثاریاں کیں۔ جلاوطن ہوئے۔ ظلم اُٹھائے طرح طرح کے مصائب اوٹھائے۔ جانیں دیدیں۔ لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جان نثار بنا دیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا جس کی شعاع اُن کے دل میں پڑ چکی تھی۔ سو خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کر لیا جاوے آپ کی تعلیم تزکیہ نفس۔ پیروں کو دنیا سے متنفر کرا دینا۔ شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہا دینا۔ اس کی نظیر کہیں نہ ملیگی سو یہ مقام حضرت کے صحابہ کا ہے۔ ان میں جو آپس میں تالیف و محبت تھی۔ اس کا نقشہ دو فقروں میں بیان کیا ہے۔ **والف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم** الآیۃ س ۱۰۔ یعنے جو تالیف اُن میں ہے وہ ہرگز پیدا نہ ہوتی۔ خواہ سونے کا پہاڑ بھی دیا جاتا۔ اب ایک اور جماعت مسیح موعود کی ہے۔ جس نے اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرنا ہے۔ صحابہ کی تو وہ پاک جماعت تھی جس کی تعریف میں قرآن بھرا پڑا ہے۔ کیا آپ لوگ ایسے ہیں جب خدا کہتا ہے کہ مسیح کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو صحابہ کے دوش بدوش ہونگے۔

قرآن کے ہوتے ہوئے کسی اور کتاب کی ضرورت

۲۲- اپریل ۱۹۰۳ء کو ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت حکیم نور الدین صاحب پر چند ایک سوال کئے تھے چونکہ وہ سوال اور ان کے جواب ہر ایک دیندار کے لئے زیادتی ایمان کا موجب ہیں۔ اس لئے ہم ان کو درج کرتے ہیں +

سوال۔ اگر قرآن کے سوا اور کوئی کتاب نہ مانی جاوے تو کیا قیامت لازم آتی ہے اور اصول دین کونسی ضرورت باقی ہے +

جواب۔ اگر انسان میں ضد نہ ہو اور غور و فکر کرے تو قرآن کافی کتاب ہے۔ قرآن نور ہے ہدایت ہے رحمت ہے شفا ہے اور ہر ایک قسم کے اختلاف مٹانے کے واسطے آیا ہے۔ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم ان فی ذلک لرحمۃ وذکری لقوم یومنون + اور یہی راہ ایمان کی ہے۔ مگر سوال کے یہ معنے کہ اب دین کے واسطے ہمیں کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے یہ ایک نفس کا دھوکہ ہے انسان کے منہ سے بعض وقت ایسا لفظ نکلتا ہے جو خود ہی اس کے لئے مشکلات کا موجب ہوتا ہے + قرآن کریم فرماتا ہے کہ میں عربی زبان میں ہوں تو اب عربی زبان کے سمجھنے کے واسطے دوسری کتاب کی ضرورت پڑی ورنہ کوئی بتلاوے کہ بسم اللہ۔ رحمن رحیم۔ اب ان سب کے معنے قرآن شریف میں کہاں لکھے ہیں۔ آخر جواب یہ ہوگا کہ عربی سمجھنے کے واسطے اور کتاب کی ضرورت ہے تو پھر نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کافی نہ رہا۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سائل نے غور اور فکر ہرگز نہیں کی اور جس دعوے کو خود ثابت نہیں کر سکتا اسے دوسرے کے آگے پیش کیا جاتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف تو اپنی ذات میں کافی ہے مگر یہ ہماری اپنی کمزوری ہے کہ سوائے عربی زبان دانی کے ہم دینی ضرورت کو انجام نہیں دے سکتے شاید اسپر یہ سوال ہو کہ اس بات کا تعلق عجم سے ہے۔ عرب لوگوں کو یہ ضرورت نہیں ہے تو یہ بھی غلط ہے خود مکہ اور مدینہ میں اب وہ بولی نہیں ہے جو کہ قرآن شریف کی زبان ہے انجام کار یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ خاص قرآن کی بولی جاننے کے واسطے ایک اور کتاب کی ضرورت پڑی +

اب یہ اعتراض رہا کہ ہمیں کو قرآن کے معانی بدوں کسی کتاب کے آتے ہیں اسے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی ذات پاک ایسی تھی کہ انکو قرآن کے فہم کے واسطے تو کسی کتاب کی ضرورت نہ تھی۔ مگر تاہم قرآن کو کلام الہٰی اور رحجۃ قرآن کریم پیش کرتا ہے اس کی تصدیق کے واسطے پھر بھی اور کتاب کی تو ضرورت تھی اور خود قرآن بتلاتا ہے کہ اور کتاب کی ضرورت ہے۔

فاتوا بالتورات فاتلوھا ان کنتم صٰدقین۔ آنحضرت صلعم کو اپنی صداقت ثابت کرنیکے واسطے قرآن میں فرماتا ہے کہ ایک اور کتاب میں دیکھو پھر لکھا ہے مکتوبا عندھم فی التورات فاتلوھا ان کنتم صٰدقین آنحضرت صلعم کو اپنی صداقت ثابت کرنیکے واسطے قرآن میں فرماتا ہے کہ اور کتاب میں دیکھو پھر لکھا ہے مکتوبا عندھم فی التورات والانجیل گویا دو کتابوں کی ضرورت پڑی اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آنحضرت صلعم کو بھی پیشگوئیوں وغیرہ اور اپنے دعاوی اور نیز قرآن کی تصدیق کے واسطے دوسری کتابوں کی ضرورت پڑتی رہی اور اوپر ہمکو بھی پڑی۔ کیونکہ ہماری زبان عربی نہیں ہے +

اس لئے خوب یاد رکھو کہ قرآن تو اپنی ذات میں ایک کامل کتاب ہے مگر اس کی کمال کو جاننے کے لئے ہم اور کتابوں کے محتاج ہیں کبھی لغت کے کبھی دوسرے علوم کی کتب کے اگر کہو کہ اصول دین کو اس سے کیا تعلق ہے۔ تو ہم کہتے ہیں قرآن شریف کی تصدیق کرنی بھی تو اصول دین ہے۔ کامل ذات خود کسی کی محتاج نہیں ہوا کرتی مگر دوسرے اس کو کامل جاننے کے واسطے محتاج ہوتے ہیں دیکھو خدا اپنی ذات میں کامل ہے اور اس کو دلائل کی ضرورت نہیں مگر چونکہ ہم دلائل کے محتاج ہیں اس لئے مصنوعات وغیرہ کے دلائل ہمکو دینے پڑے۔

سوال۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانکر کیا انسان مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں

جواب۔ آنحضرت صلعم کے نہ ماننے میں وہ تمام انبیاء اور امتیں بھی داخل ہیں جو کہ آپ کی بعثت سے پیشتر گذر چکیں۔ مثلاً آدم نے آنحضرت صلعم کو کب ویسے مانا ہے جیسے کہ ہم مان رہے ہیں مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اگر آدم کو ماننے کی ضرورت پیش نہ آئی تو ہم بھی نہ مانیں غلط ہے۔ دیکھو آدم نے تو آپ کو نہ مانا۔ مگر وہ مسلمان تھا۔ اور ادھر ابو جہل نے نہ مانا تو وہ کافر ہوا گیا اب دونوں کا نہ ماننا ایک جیسا ہے اصل میں اسلام نام ہے فرمانبرداری کا کہ جب فرمان نازل ہوا سے اسی وقت مان لے سکھوں کے وقت جب گورنمنٹ انگلشیہ آئی تو اوس وقت یہ قوانین نہ تھے جو کہ اب ہیں۔ مگر اسوقت جس قسم کے قوانین تھے ان کو اسوقت کے ماننے والے فرمانبردار کہلاتے تھے اور ان کے منکر باغی۔ پھر اس کے بعد جب قانون کی صورت بدلی تو پھر اس تبدیل شدہ صورت کو ماننے والے فرمانبردار ہوئے اور دوسرے باغی۔ اسی طرح اب جو قانون ہے یہ اور ہی ہے اب اسی کو ماننے والے فرمانبردار کہلاتے ہیں غرضیکہ جب فرمان کے وقت نافرمانی کی جاوے تو پھر اسلام کا مفہوم نہیں رہتا۔ قرآن بھی یہی کہتا ہے۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔ یہاں بھی ان خلفاء کے منکروں پر لفظ کفر کا ہی آیا ہے کیونکہ وہ تو حکم الہٰی ہے جس رنگ میں ہو جو اس سے نافرمانی کرے گا وہ نافرمان ہوگا میں اس چھت کے نیچے بیٹھا ہوں اگر مجھے اللہ تعالیٰ ابھی حکم دے کہ اوٹھ جاؤ اور میں نہ اوٹھوں تو میں نافرمان ہونگا اگر یہ چھت گرے اور میں مرجاؤں تو اس نافرمانی کی سزا ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا میں تو کہتا ہوں کہ خدا کے کسی ایک حکم اور آپ کے جانشینوں کی کسی ایک نافرمانی سے انسان کافر ہو جاتا ہے +

سوال۔ الہامات میں اختلاف ہوتا ہے کہ نہیں۔

جواب۔ الہامات میں اختلاف نہیں ہوتا ہاں بعض مشکلات ہوتی ہیں لوگ ان کے فہم میں غلطی کرتے ہیں۔ قرآن میں بھی لوگوں نے اختلاف مانا ہے اور سخت غلطی کھائی ہے جب ہی تو ناسخ منسوخ مان بیٹھے اصل بات یہ ہے کہ فہم انسان میں اختلاف ہوتا ہے۔ نفس الہام میں اختلاف نہیں ہوتا +

اوپر میں نے چھت کی مثال دی ہو کہ خدا حکم دیوے کہ اوٹھ جاؤ یہ چھت گرنیوالی ہے مگر میری دعا اور تضرع سے اگر خدا اسے نہ گرنے دیوے اور پھر حکم دیوے کہ اب نہ اوٹھو اور نہ نکلو تو کیا اسے اختلاف فی الاحکام کہیگے ہرگز نہیں۔ تو بات یہی ہے کہ الہامات میں اختلاف نہیں ہوا کرتے +

تقوےٰ

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

تحقیق اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور جو محسن ہیں۔

کانپتے رہو اور گناہ نہ کرو۔ اپنے بستر پر پڑے ہوئے اپنے ہی دلوں میں سوچ کرو۔ (زبور ۴) خداوند کا خوف پاک ہے کہ اسکو ابد تک پائیداری ہے۔ (زبور ۱۹) وہ کونسا انسان ہے جو خداوند سے ڈرتا ہے وہ اسکو وہی راہ جو اُس کو پسند ہے بتلاوے گا۔ اُسکا جی چین سے رہے گا۔ اور اس کی نسل زمین کی وارث ہوگی۔ ۱۴ خداوند کا بھید اس پاس ہو جو اس سے ڈرتا ہے ۱۳ وہ اُن کو اپنے عہد کی شناسائی عنایت کرے گا۔ (زبور ۲۵) ساری زمین خداوند سے ڈرتی رہے اور جہان کی ساری آبادی اُس کا خوف مانے کہ اُس نے کہا اور وہ ہو گیا۔ ۱۱ (زبور ۳۳)

مبارک ہے وہ آدمی جس کا بھروسہ اُسپر ہے۔ اے اُس کے مقدس لوگو خداوند سے ڈرو ۱۲ کیونکہ جو اُس سے ڈرتے ہیں انہیں کچھ کمی نہیں۔ شیرنی کے بچے حاجتمند ہوتے اور بھوکے رہتے ہیں۔ پر جو خداوند کے طالب ہیں انہیں کسی نعمت کی کمی نہیں۔ (زبور ۳۴)

۱۔ تقوےٰ ایک فطرتی امر ہے جو ہر ایک انسان کے اندر بدی کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ متواتر سرکشیوں اور بدکاریوں کے ساتھ یہ خوف زائل ہو جاتا اور خدا پرستی و نکوکاری کے ساتھ یہ خوف بڑھتا ہے۔

چنانچہ یہ عام مشاہدہ کی باتیں ہیں۔ کہ جو جرم انسان نے پہلے کبھی نہیں کیا جب اوّل بار اُس کے کرنے کا ارادہ کرے تو طرح طرح سے اُس کا نور قلب اُس کو ڈراتا اور سمجھاتا ہے۔ بار بار وہی ارادہ کرنے سے یہ خوف کم ہوتا جاتا ہے۔ یہانتک کہ آخر کار ارتکاب کر بیٹھتا ہے کچھ مدت تک وہ خوف باقی رہتا مگر بار بار کے ارتکاب سے مطلق زائل ہو جاتا ہے۔ یہی تقوےٰ ہے جو ہر ایک انسان کو شروع میں چوری بدکاری قتل لوٹ اور ہر قسم کی بدی سے بچاتا ہے اسی تقویٰ کا طفیل ہے کہ کروڑہا انسان جرائم پیشہ بننے سے بچے ہوئے ہیں۔ ہاں جو اپنے روحانی واعظ کی مخالفت بار بار کرتے اور باغی بنتے ہیں وہ ضرور جرائم پیشہ بن جاتے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے ونفس وما سوٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من زکھا وقد خاب من دسّٰھا۔ قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جسنے اُس کو ٹھیک درست کیا پھر اُس کے اندر فجور اور تقوےٰ کا علم ڈالا تحقیق جس نے اُس کو پاک کیا وہ فلاح یافتہ ہوا اور جس نے اُسے ناپاک کیا وہ برباد ہوا۔

۲۔ تقوےٰ پر تمام ہدایت اور انسانی کامیابیوں کا دار و مدار ہے کیونکہ جو متقی ہے اسی کیواسطے نصیحت کارگر ہوتی اور وہی اُسپر چلتا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے۔ وہی نصیحت کی بات کو سنتا اور قبول کر سکتا ہے۔ مگر جو بے باک ہے وہ لاپرواہ متکبر اور سرکش بنا رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے انہ لتذکرۃ للمتقین تحقیق قرآن متقیوں کے واسطے ضرور تذکرہ ہے۔ یعنے اس سے متقی لوگ ضرور متنبہ اور نصیحت پذیر ہوتے ہیں۔ ان ھو الا ذکر وقراٰن مبین ہ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین ہ یہ تو محض ایک نصیحت اور صاف صاف بیان کر نیوالا قرآن ہے تاکہ وہ شخص جو زندہ ہے عبرت زدہ ہو اور کافروں پر حجت پوری ہو کر عذاب کا حکم حق ہو جائے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی نصیحت کیسی ہی صاف اور دلوں میں گھر کرنیوالی ہو وہ اُسی کے دل میں اثر کرتی ہے جو متقی ہے گرید کار اور سرکش کے واسطے قطع حجت سے زیادہ کوئی کام نہیں دیتی قرآن مجید جو اپنے ہر ایک مسئلہ کو طرح طرح کے پیرایوں اور تمثیلات سے صاف کرتا اور ہر ایک حقیقت کو کامل روشنی تک پہنچانا چاہتا ہے اور الفاظ میں اس مسئلہ کو اس طرح بیان فرماتا ہے اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ۔ اللہ نے احسن حدیث کی کتاب اُتاری ہے جس کی باتیں ایک دوسرے سے مشابہ اور بار بار دھرائی گئی ہیں جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اُن کی جلدوں کا رُواں کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر اُن کی جلدیں اور قلوب نرم ہو کر ذکر الٰہی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ پھر جو صادق ہے وہ خود جھوٹ یا فریب مبالغہ اور افترا سے پاک صاف ہوتا ہے ہر لئے خود سچ بولتا اور سچائی کو فوراً پہچان کر قبول کر لیتا ہے۔ چنانچہ متقیوں کی بابت قرآن کریم فرماتا ہے والذین جاء بالصدق وصدق بہ اولٰئک ھم المتقون جو سچ لایا اور سچ کی تصدیق کرتا ہے یہی لوگ تو متقی ہیں۔

انسان خواہ کیسا ہی متکبر ظالم اور غلیظ القلب کیوں نہ ہو جبتک اُس میں کوئی شمہ ایمان اور حیات روحانی کا باقی ہے اُسوقت تک ذکر قرآن اسمیں کپکپی ڈال دیتا اور جسم کے ذرہ ذرہ کو ہلا دیتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے فاسد عضو یا اعصاب جبتک اُن کا کوئی ریشہ بھی اصلی حالت پر ہے اسوقت تک بجلی ان میں حرکت پیدا کر سکتی ہے۔ اسی طرح جبتک انسان میں کوئی بھی رگ دین و ایمان کی باقی ہے اسوقت تک قرآن کا ذکر اس کو حرکت دے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید فرماتا ہے ولو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون۔ سوائے انسان کے تمام مخلوقات کیا شجر کیا جماد اور کیا حیوان سب کے سب اپنے اپنے اسلام پر قائم ہیں چنانچہ ہر ایک شئے اور ہر ایک حیوان اپنی اپنی فطرت کے تقاضاؤں اور قاعدوں پر عمل کیا ہے کوئی حکم الٰہی سے باہر نہیں یہی ان کا اسلام ہے۔ ایسا ہی پہاڑ جو ظاہر او دیکھنے میں نہایت سخت ہیں گر حکم خدا سے ذرہ برابر باہر نہیں پس جو تعلیم اور قانون انسان کے واسطے قرآن مجید پیش کرتا ہے اگر وہی پہاڑوں پر اُتارا جائے تو وہ خوف خدا سے ہر وقت لرزتے ہوئے نظر آتے کیونکہ بڑے فرمانبردار ہیں اور قرآنی تعلیم کا لب لباب بھی یہی ہے کہ اس کا محکوم رب عالم کے جاہ و جلال سے ہر وقت ہراسان و ترساں رہے پر اے انسان تو نہایت ہی سخت اور پہاڑوں کو بھی زیادہ سخت ہے جو قرآن کے ہوتے ہوئے بالکل خوف نہیں کھاتا ذرہ بھر نہیں کانپتا۔ بلکہ بے باک زندگی بسر کر رہا ہے یہ تمثیلات غور و فکر کے واسطے ہیں پر بہت ہی کم ہیں جو سمجھتے ہیں کیسے مبارک ہیں وہ لوگ جو خدا سے ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ انکی ہدایت حمایت اور مغفرت کے وعدہ فرماتا ہے اُن کے رزق عزت اور مشکلات کا کفیل بنتا ہے چنانچہ وہ خود فرماتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ تحقیق اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی اور محسن ہیں انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم ہ اے محمد تیرے سمجھانے سے وہی سمجھ سکتا ہے جو نصیحت پر عمل کرے۔

اور وہ جو وہ رحمن سے ڈرتا ہو پس ایسے شخص کو مغفرت اور اجر عظیم کی خوشخبری سنا دے۔ ولو ان اھل القریٰ امنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض۔ اگر بستیوں کے لوگ خدا کو مانتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم اُنپر برکتوں کے دروازے آسمانوں سے اور زمین سے کھول دیتے۔ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ اللہ سے ڈرو تا تم فلاح پاؤ۔ ان العاقبۃ للمتقین۔ تحقیق آخر فلاح متقیوں کے واسطے ہے۔ ھذا بیان للناس وھدی وموعظۃ للمتقین۔ یہ قرآن لوگوں کے واسطے ایک بیان اور خدا ترسوں کے واسطے ہدایت نصیحت ہے پس اے پاک بندو خدا سے ڈرو۔ اسی سے خدا کی رحمت ملیگی۔ اسی سے خدا کی نصیحتیں تمہارے دلوں میں گھر کرینگی اسی سے آسمانی اور زمینی برکتوں کے دروازے تمپر کھلجائیں گے اسی سے تمہاری تمام مشکلات حل ہونگی۔ اسی سے تمہارے تمام خوف دور ہونگے اسی سے تمہاری عزت دونو دنیا میں بڑھے گی اور اسی سے آخرت میں۔ اسی سے خداوند عالم تمہارا حامی و مددگار اور غمگسار بن جائیگا اسی سے تم خدا کے پیارے اور ولی اللہ ہونگے۔ اسی سے تمہاری نسلیں زمین میں پھیلینگی عروج پائیں گی اور زمین کی وارث بنینگی بہ لاک شریروں کی نسلیں تمہارے مقابلہ پر ذلیل خوار اور ہلاک کردیجائینگی۔ اسی سے تم خدا کی برکات اور امتیازی آیات حاصل کروگے اسی سے تمہاری بہشتی زندگی اس دنیا میں شروع ہوکر تا ابد رہیگی۔ یہی وعدے اور فرمان تمام آسمانی کتب کے ہیں یہی توراۃ و انجیل کے اور یہی فرقان ہے قرآن مجید کے وعدوں اور فرمانوں کی نسبت کچھ تو سن چکے کچھ اور سن لو ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اپنے حکم سے اُس کے واسطے ہر بات میں آسانی کردیتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب جو اللہ سے ڈرتا ہو وہ اس کے واسطے خلاصی کے رستے بنا دیتا اور ایسے ایسے طریق سے رزق پہنچاتا ہے کہ وہ گمان نہیں کرسکتا۔ یا ایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیئاتکم ویغفر لکم واللہ ذو الفضل العظیم اے مومنو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو وہ تمہارے واسطے فرقان پیدا کرے گا۔ تمہاری بدیوں کو دور کریگا اور تمہارے گناہوں کو بخشیگا کیونکہ اللہ بڑے فضل والا ہے۔ فرقان کے معنے ہیں علیحدگی یا امتیاز اور فیصلہ پس آیت

شریف کا یہ مطلب ہوا کہ اے مومنوں اگر تم متقی ہونگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ذات میں ایسے ایسے نشانات برکتیں اور کرامتیں رکھدیگا جو تمکو اور لوگوں سے علیحدہ کر دکھائینگے اور تم صاف طور پر خاصان خدا نظر آؤگے اور نیز تم میں نیکی بدی کے امتیاز کے واسطے قوت فیصلہ پیدا ہوجاوے گی گویا کہ جیسے قرآن مجید تمام کتب ہائے سماوی میں بالاتر اور حق و باطل میں صاف جدائی کرنیوالا ہے ویسے ہی تم بھی ہوجاؤگے تمہاری کرامتیں تمکو اوروں سے علیحدہ کرینگی اور تمہاری قوت فیصلہ تمام حق و باطل میں صاف امتیاز کریگی اور تم دیکھوگے کہ اللہ کریم کے کتنے بڑے فضل و کرم ہیں ان اللہ یحب المتقین۔ تحقیق اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون۔ آگاہ ہو کہ اولیاء اللہ کو نہ تو کچھ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمناک ہوتے ہیں وہ وہی تو ہیں جو خدا کو مانتے اور اُس سے ڈرتے ہیں ولمن خاف مقام ربہ جنتان جو اپنے رب کے جلال سے ڈرتا ہے اُس کے واسطے دو بہشت ہیں واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ پس جو شخص اپنے رب کے جلال سے ڈرتا اور اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روکتا ہے اُسکا دار القرار جنت ہے من خشی الرحمن بالغیب وجاء بقلب منیب ادخلوھا بسلام ذلک یوم الخلود لھم ما یشاءون فیھا ولدینا مزید جو دیدہ رحمن سے ڈرتا اور توبہ کرنیوالے دل کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اُس کی نسبت کہا جائیگا کہ اُسکو سلامتی کیساتھ بہشت میں داخل کرو۔ یہ ہمیشگی کا دن ہے اُن کے واسطے یہاں پر جو کچھ چاہیں حاضر ہے اور ہمارے پاس اور بڑھکر ہے یعنی وہ نعمتیں اور راحتیں موجود ہیں جنکا وہ خیال نہیں کرسکتے۔

۳۔ تقوےٰ ہی ایک ایسا محافظ ہے جو انسان کو بد ارادوں اور بدعملیوں کے وقت خوف زدہ کر دیتا اور ضلالت سے بچالیتا ہے۔

جب انسان علیحدگی یا خودمختاری کے وقت کوئی بُرا ارادہ کرتا اور اس کی تکمیل کے واسطے تدبیر سوچتا ہے اس وقت کونسا اتالیق یا اُستاد ہے جو انسان ڈرا سکتا یا کہ بدی سے بچا سکے ایسی حالت میں سوائے خوف الٰہی کے اور کوئی واعظ یا محافظ نہیں ہوسکتا۔ ہر ایک

بد عادت عموماً اس طرح پر قایم ہوتی ہے کہ شروع میں خفیہ طور پر اس کا ارادہ ہوتا مگر نور قلب اوس کو دھمکاتا اور منع کرتا ہے۔ بد تعلیموں اور بد صحبتوں سے یہ ارادہ بار بار اوٹھتا اور نور قلب کا مقابلہ کرتا ہے ہوتے ہوتے نیم دلی اور کمزوری کی تدابیر شروع ہوجاتی ہیں اس کشمکش میں نور قلب کمزور ہوتا جاتا اور بُرا ارادہ زور پکڑتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اوس کی تکمیل میں کچھ تدبیر کر بیٹھتا ہے۔ مگر پہلی تدبیر کے بعد عموماً انسان پچھتاتا اور توبہ کرتا ہے۔ بُری صحبتیں اور نفسانی جذبات پھر شیطان بنکر اُس کی طبیعت کو بغاوت کی طرف لے جاتے ہیں یہانتک کہ آخر کار نور قلب کے ساتھ سرکشی کر بیٹھتا اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ مگر بہت سے خطرات پیش آتے ہیں ایک دفعہ کے ارتکاب کے بعد سخت ندامت ہوتی اور خوف غالب ہوتا ہے خوش نصیب ہے وہ جو اب بھی سنبھل جائے اور آیندہ کو باز آجائے ایک دفعہ کی بغاوت آیندہ کے واسطے اندرونی خوف اور فہمائیش کو کسقدر کمزور کردیتی ہے اور اصلاح پر آنا مشکل ہوجاتا ہے اسی طرح جب دوبارہ وہی فعل کر بیٹھا پھر تو یہ نور قلب اور بھی ناقص ہوجاتا ہے آخرکار خوف اور حیا کی جگہ طغیان اور بیحیائی غالب ہوجاتی ہیں جو تمام بدکاریوں کی بنیاد ہیں۔

متقی لوگوں میں فطرتی خوف و حیا اس قدر زور پر ہوتی ہیں کہ ارادہ کے ساتھ ہی اُنکا دل تھرتھرانا شروع ہوجاتا اور ارتکاب سے بچ جاتے ہیں اس اندرونی طاقت کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون۔ تحقیق جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطانی وسوسہ چھوتا ہے تب وہ متنبہ ہوجاتے اور فوراً دیکھنے لگتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو شیطانی وسوسے کے مساس کے ساتھ ہی آگاہ ہوجائیں اور بدارادہ سے باز آجائیں یہی لوگ ہیں جو ہر قسم کی شرارت سے بچ سکتے اور اللہ کی خاص حفاظت کے نیچے آجاتے ہیں۔ یہ خدا کے واسطے اور خدا اُنکے واسطے ہوجاتا ہے۔

۴۔ بدی سے فطرتی تقویٰ زائل ہوجاتا اور نیکی سے ترقی پکڑتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ذالکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون۔ اللہ تعالیٰ تمکو اس قرآن سے نصیحتیں کرتا ہے۔ تاکہ تم متقی بنے رہو یا بنجاؤ یعنی اس قرآن کی تعلیم سے تین قسم کے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل تو جن لوگوں میں تقویٰ باقی ہے اُن کو اسپر قائم رکھتا ہے اور ترقیات غیر محدود بخشتا ہے۔ دوئم جن لوگوں میں یہ روح

زایل ہو چکی اُن کو از سرِ نو زندہ کر کے خدا ترس بناتا ہے۔ سوئم جو لوگ شدتِ کفر اور طغیان سے بالکل مردار ہو چکے اُن پر محض حجت قطع کرتا ہے جیسا کہ بارش سے موجودہ نباتات پرورش پاتے اور بڑھتے ہیں اور جو تخم خشک ہو کر مردہ کی مثال ہو گئے تھے وہ زندہ ہو جاتے ہیں پھر وہ بھی پرورش پاکر ترقی کرتے ہیں پر جو تخم مردار ہو کر فاسد ہو چکے اُنکو بارش سے کچھ فایدہ نہیں ہوتا۔

کیا باوا نانک تناسخ کا قایل تھا؟

بعض کا یہ اعتراض ہے کہ باوا نانک صاحب گرنتھ میں تناسخ کے قایل ہیں پھر کیونکر ان کا مذہب اسلام ہو سکتا ہے سو واضح ہو کہ ہمیں باوا صاحب کے کلمات کا بخوبی علم ہے اور ہمنے قریباً تیس برس تک یہ شغل رکھا ہے باوا صاحب اُس تناسخ کے ہرگز قایل نہیں جس کے آریہ قایل ہیں۔ جیسا کہ وہ آپ فرماتے ہیں۔

اول اللہ نور اُپایا قدرت کے سب بندے اک نور سے سب جگ اُپجیا کون بھلے کون مندے یعنے خدا نے پہلے نور پیدا کیا اور پھر اُسی نور سے تمام دُنیا کو پیدا کیا پس یہ تفریق کیونکر ہو کہ پیدایش کی رو سے کوئی بھلا اور کوئی بُرا ہے یعنے یہ کہنا کہ کوئی جزا کے طور پر پیدا ہوا اور کوئی سزا کے طور پر یہ سراسر غلطی ہے کیونکہ سب نور سے پیدا ہوئے ہیں یہ شعر باوا صاحب کا اواگون یعنے تناسخ کے رد میں ہے کیونکہ تناسخ میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ نیک عمل والوں کو اچھا جنم ملا اور بدعملوں والوں کو بُرا جنم ملا لیکن حق بات یہ ہے جو باوا صاحب نے فرمایا کہ روحوں میں پیدایش کی رو سے نیک بد کی تقسیم نہیں ہو سکتی ہاں اعلیٰ اور ادنیٰ کی تقسیم ہو سکتی ہے جیسے مثلاً کپڑے ایک ہی رنگ سے رنگے جائیں کسی کا رنگ اور کوئی بہت شوخ تو یہ غلطی ہوگی کہ رنگ کے لحاظ سے انہیں وہ مقابلہ ثابت کریں جو مندوں میں ہوتا ہے لیکن مرتبت کے لحاظ سے اونمیں باہم تفاوت ہو سکتا ہے یعنی ایک بہت شوخ رنگ ہے اور ایک کم اور ایک اُس سے کم یہاں تک کہ ایک اُس ادنی مرتبہ پر ہے جس نے رنگ میں سے بہت ہی کم حصہ لیا ہے سو ایسا شخص جو ربانی فیض کے رنگ سے کم حصہ رکھتا ہے اسی کو قرآنی اصلاح میں شقی کہتے ہیں اور جس نے کافی حصہ لیا اس کا نام سعید ہے خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں مخلوقات کو سعادت اور شقاوت کے دو حصوں پر تقسیم کر دیا ہے مگر اون کو حسن اور قبح کے دو حصوں پر تقسیم نہیں کیا اسمیں حکمت یہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ سے صادر ہوا اس کو بُرا تو نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اُس نے جو کچھ بنایا وہ سب اچھا ہے۔ ہاں اچھوں میں مراتب ہیں پس جو شخص اچھا ہونیکے رنگ میں نہایت ہی کم حصہ رکھتا ہے وہ حکمی طور پر بُرا ہے اور حقیقی طور پر کوئی بھی بُرا نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ میری مخلوق کو دیکھ کیا تو اوسمیں کوئی بدی پاتا ہے سو کوئی تاریکی خدا تعالیٰ سے صادر نہیں ہوئی بلکہ جو نور سے دور جا پڑا وہ مجازاً تاریکی کے حکم میں ہو گیا۔ باوا صاحب کے گرنتھ میں اسکا بہت بیان ہے اور ہر ایک بیان قرآن سے لیا گیا ہے مگر اس طرح نہیں کہ خشک تقلید کے لوگ چلتے ہیں بلکہ سچی باتوں کو سنکر باوا صاحب کی روح بول اوٹھی کہ یہ سچ ہے پھر اس تحریک سے فطرت نے جوش مارا اور کسی پیرایہ میں بیان کر دیا۔ غرض باوا صاحب تناسخ کے ہرگز قایل نہ تھے اور اگر قایل ہوتے تو ہرگز نہ کہتے کہ ہر ایک چیز خدا سے پیدا ہوئی اور کوئی بھی چیز نہیں جو اُس کے نور سے پیدا نہیں ہوئی اور یاد رہے کہ باوا صاحب نے اپنے اس قول میں بھی قرآنی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے اللہ نور السمٰوٰت والارض یعنی خدا ہی کے نور سے زمین و آسمان ... نکلے ہیں اور اوسی کے نور کے ساتھ قایم ہیں یہی مذہب حق ہے جس سے توحید کامل ہوتی ہے اور خدا شناسی کے وسایل میں خلل نہیں ہوتا۔ مگر جو شخص کہتا ہے کہ خدا خالق نہیں وہ گویا یہ کہتا ہے کہ خدا نہیں کیونکہ عام عقلیں خدا کو خدا کے کاموں سے پہچانتی ہیں پھر اگر خدا ارواح اور ذرات عالم کا خالق نہیں تو وسایل معرفت مفقود ہو جائیں گے یا ناقص ہو کر بے فایدہ ٹھہریں گے۔ لیکن جس نے خدا کو خالق الارواح ہونا مان لیا وہ تناسخ کے مسئلہ کو کسیطرح مان نہیں سکتا۔ کیونکہ جس خدا نے خالق ہونے کی حیثیت سے پہلی دُنیا کو کمی بیشی کیساتھ پیدا کیا یعنی کسیکو انسان بنایا کسی کو گھوڑا وغیرہ اور اوسوقت یعنے ابتدا میں گذشتہ اعمال کا وجود نہ تھا۔ کیونکہ خود روحیں نہ تھیں تو پھر اعمال کہاں سے ہوتے تو اس صورت میں وہ خدا جو اپنے اختیار سے برابر مخلوقات میں کمی بیشی کرتا آیا اب کیونکر وہ اعمال کے سوا کمی بیشی نہیں کر سکتا لہٰذا جو لوگ تناسخ یعنی اواگون کو مانتے ہیں وہ جبتک تمام روحوں کو انادی اور غیر مخلوق قرار نہ دیں تب تک ممکن نہیں کہ تناسخ کا خیال بھی ان کے دلوں میں آ سکے کیونکہ جبکہ اون کا یہ مذہب ہے کہ ہر ایک روح اور ہر ایک جسم مخلوق ہے تو اس صورت میں اونہوں نے ان میں اگر کمی بیشی خدا کے ارادہ سے ہے نہ کہ کسی گذشتہ عمل کی وجہ سے تو تناسخ جاتا رہا اور یہ بھی یاد رہے کہ تناسخ ماننے والے کسی طرح موحد نہیں ہو سکتے کیونکہ اون کا تناسخ کا مسئلہ تبھی چلتا ہے جب ذرہ ذرہ کو قدیم اور غیر مخلوق اور انادی اور اپنے وجود کا آپ ہی خدا قرار دیں مگر کیا ایسا مذہب اس شخص کی طرف منسوب کر سکتے ہیں جو توحید کے دریا میں بڑے زور سے تیر رہا ہے اور کسی چیز کا وجود بجز وسیلہ قدرت کے خود بخود نہیں سمجھتا گیا وہ بزرگ جس کے چولے پر لکھا ہوا ہے کہ خدا تمام ارواح اور تمام موجودات کا خالق ہے۔ اس کی نسبت ایک سیکنڈ کے لئے بھی ہم گمان کر سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ اس گندے اعتقاد کو پسند کرتا تھا۔ دوسری یہ کہ اواگون کے لئے شرط ہے کہ کسی کو کبھی جاودانی مکتی نہ ہو اور بہشت خواہ مقدس لوگ بھی جونوں میں پڑتے رہیں یہانتک کہ ایسا شخص بھی جو مثلاً ایک زمانہ میں ایک بڑا اوتار ہو چکا ہے اس اعتقاد کے رو سے ممکن ہے کہ وہ کسی دوسرے زمانہ میں اواگون کے چکر میں آکر نجاست کا کیڑا بن جائے اور یہ اعتقاد باوا نانک صاحب کا ہرگز نہیں بلکہ وہ جاودانی مکتی کے قایل ہیں اور اُن کا اعتقاد ایسا نہیں کہ پرمیشر ایک شخص کو قرب کی عزت دیکر اور اسی پر اس کی وفات کرکے پھر اوس کو ذلیل کرے۔ تیسری یہ کہ باوا صاحب اس بات کے قایل ہیں کہ خدا کریم اور رحیم ہے اور توبہ قبول کرنیوالا اور گناہ بخشنے والا اور پروردگار ہے اور یہ سب باتیں اواگون کے عقیدہ کے مخالف ہیں اور باوا صاحب نے صرف ان کو اپنے گرنتھ میں ہی بیان نہیں کیا بلکہ چولا صاحب میں قرآنی آیات کے حوالہ سے بار بار لکھدیا ہے کہ خدا غفور اور رحیم اور تواب اور اپنے بندوں کو بخشنے والا ہے اور ہم باوا صاحب کے گرنتھ میں سے یہ مقامات نہ ایک جگہ بلکہ صدہا جگہ پیش کر سکتے ہیں اور تمام عقلمند جانتے ہیں اور آریوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ جو شخص یہ تینوں اسلامی عقیدے رکھتا ہو وہ ہرگز اواگون کا قایل نہیں ہو سکتا مگر اس صورت میں کہ دیوانہ یا پرلے درجہ کا جاہل ہو یہ بھی یاد رہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی بے ادبی نہیں ہوگی کہ نعوذ باللہ اواگون کو باوا صاحب کا عقیدہ ٹھہرا دیا جاوے کیونکہ خدا کو خالق مان کر اور نجات کو ابدی سمجھ کر اور یہ اعتقاد رکھکر کہ خدا گناہ بخش دیتا ہے۔ پھر تناسخ کا قایل ہونا اُسی شخص کا کام ہے جو پرلے درجہ کا جاہل ہو جو اپنے کلام میں متناقض بیانوں کو جمع کرے اور اسپر اطلاع نہ رکھے۔ اسیوقت گرنتھ

ہمارے پاس موجود ہے اور آج سے بلکہ تیس برس سے ہم باوا صاحب کے اصل عقائد کا پتہ لگانے کیلئے جہاں تک انسانی طاقت ہے خوض کر رہے ہیں اور ہماری کامل تحقیقات نے یہی فیصلہ دیا کہ باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سچے مسلمان اور ایسے صادق تھے کہ اسلام کے انوار حاصل کرنیکے لئے ساری زندگی بسر کر دی ہر ایک شخص اپنے مُنہ سے تو کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں مگر سچ تو یہ ہے کہ باوا صاحب جیسا نمونہ دکھلانا مشکل ہے وہ اُنہیں سے تھے جنکو خدا کا ہاتھ صاف کرتا رہا ہے۔ خدا اُن کو دُور سے کھینچ لایا اور پھر دُور تک آگے لے گیا۔ تیس برس کا عرصہ ہوا کہ مجھے صاف صاف مکاشفات کے ذریعہ سے اُن کے حالات دریافت ہوئے تھے اگر میں جزماً کہوں تو شاید غلطی ہو مگر میں نے اُسی زمانہ میں ایکدفعہ عالم کشف میں اُن سے ملاقات کی یا کوئی صورتیں تھیں جو ملاقات سے مشابہ تھیں چونکہ زمانہ بہت گذر گیا ہے۔ اسلئے اصل صورت اُس کشف کی میرے ذہن سے فرو ہوگئی ہے۔ غرض باوا صاحب تناسخ کے قائل ہرگز نہیں تھے اور کوئی اس بات سے دھوکا نہ کھاوے کہ اُن کے بعض اشعار میں ایسے اشارات پائے جاتے ہیں کیونکہ اگر فرض کے طور پر چند اشعار پائے جائیں جنکی ہم تاویل نہ کر سکیں تو پھر ہم اون کے ان بہت سے اشعار کو جو قریباً اون کا سارا گرنتھ ہے کہاں پھینک دیں جو تناسخ کے اصولوں سے مخالف ہیں اس لئے یا تو ہم اونکی تاویل کرینگے اور یا الحاقی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ بزرگوں کی کلام میں تناقض روا نہیں جنے بہت دیکھا ہے اور تحقیق سے یہ فیصلہ لکھا ہی چاہیے کہ کوئی جلدی سے انکار نہ کرے یہی سچ ہے اور ماننا پڑے گا۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ صوفی لوگ اسی زندگی میں ایک قسم کے اواگون کے قائل ہیں اور ہر ایک آن کو وہ ایک عالم سمجھتے ہیں اور نیز کہتے ہیں کہ انسان جب تک کمال تک نہیں پہنچتا وہ طرح طرح کے حیوانوں سے مشابہ ہوتا ہے اسی لئے اہل کشف کبھی انسان کو کتے کی صورت میں دیکھتے ہیں اور پھر دوسرے وقت میں بیل کی صورت پر اس کو پاتے ہیں ایسا ہی صدہا صورتیں بدلتی رہتی ہیں اور مدت کے بعد انسان بنتا ہے تب جنموں کی بیماری ٹوٹتی ہے

پس کیا تعجب کہ باوا صاحب
کی بھی یہی مراد ہو ورنہ
آریوں کے تناسخ
سے باوا صاحب
صریح منکر
ہیں۔ (حضرت مسیح موعود)

دربار شام

۵ جولائی ۱۹۰۳ء

اپنے الفاظ میں

احمدی کون ہے

حضور علیہ السلام معمول کے موافق شہ نشین پر جلوس فرما ہوئے اور ذیل کی تقریر فرمائی

"مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت میں چندہ دینے والے بہت تھوڑے ہیں آئے دن صدہا آدمی بیعت کرکے چلے جاتے ہیں لیکن دریافت کرنے پر بہت ہی کم تعداد ایسے اشخاص کی ہے جو متواتر ماہ بماہ چندہ دیتے ہیں جو شخص اپنی حیثیت و توفیق کے موافق اس سلسلہ کی چند پیسوں سے امداد نہیں کرتا اس سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے اور اس سلسلہ کو اُس کے وجود سے کیا فائدہ ایک معمولی انسان بھی خواہ کتنی ہی شکستہ حالت کا کیوں نہ ہو جب بازار جاتا ہے تو اپنی قدر کے موافق اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے کچھ نہ کچھ لاتا ہے تو پھر کیا یہ سلسلہ جو اپنی عظیم الشان اغراض کے لئے اللہ تعالےٰ نے قائم کیا ہے اس لائق بھی نہیں کہ وہ اُس کے لئے چند پیسے بھی قربان کر سکے دنیا میں آجکل کونسا سلسلہ ہوا ہے یا ہے جو خواہ دنیوی حیثیت سے ہے یا دینی بغیر مال چل سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں ہر ایک کام اس لئے کہ عالم اسباب میں ہے اسباب سے ہی چلایا جاتا ہے پھر کس قدر بخیل و ممسک وہ شخص ہے کہ جو ایسے عالی مقصد کی کامیابی کے لئے ادنیٰ چیز مثل چند پیسے خرچ نہیں کر سکتا ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ و بکری کی طرح نثار کرتے تھے مالوں کا تو کیا ذکر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنا کل گھر بار نثار کیا حتیٰ کہ سوئی تک بھی گھر میں نہ رکھا اور ایسا ہی حضرت عمر رضی نے اپنی بساط و انشراح کے موافق اور عثمان رضی نے اپنی طاقت و حیثیت کے موافق علیٰ ہذا القیاس علیٰ قدر مراتب تمام صحابہ اپنی جانوں اور مالوں سمیت اس دین الٰہی پر قربان کرنیکے لئے طیار ہوگئے ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دنیا پر دین کو مقدم کریں گے مگر مدد و امداد کے موقع پر اپنے جیبوں کو دبا کر پکڑ رکھتے ہیں بھلا ایسی محبت دُنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے اور کیا ایسے لوگوں کا وجود کچھ بھی نفع رساں ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون جبتک تم اپنے عزیز ترین اشیاء اللہ جلشانہ کے راہ میں خرچ نہ کرو تب تک تم نیکی کو نہیں پا سکتے اسوقت ہماری جماعت قریباً تین لاکھ کے ہے اگر ایک ایک پیسہ ہی اس سلسلہ کی امداد مثل لنگر و مدرسہ وغیرہ امداد میں دیں تو لاکھوں پیسے ہو سکتے ہیں قطرہ قطرہ بہم شود دریا ایک ایک بوند پانی سے دریا بن جاتا ہے تو کیا ایک ایک پیسہ سے ہزارہا روپیہ نہیں بن سکتا اور کیا سلسلہ کے ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں اگر ایک شخص چار روٹیاں کھاتا ہے آدھی بھی اگر روٹی بچالے تو بھی اس عہد سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

البتہ یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ اکثر لوگوں کو اب تک کہا بھی نہیں جاتا کہ ہمارے سلسلہ کے لئے کسی چندہ کی ضرورت ہے بہت سے لوگ روبرو بیعت کرکے چلے جاتے ہیں اگر اُن کو کہا جاوے تو ضرور وہ چندہ دیویں مگر ترغیب دینا ضروری ہے پس میں تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو چندہ سے باخبر کرو اور ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندہ میں شامل کرو یہ موقع ہاتھ آنیکا نہیں کیسا یہ زمانہ برکت کا ہے کہ کسی سے جانیں مانگی نہیں جاتیں اور یہ زمانہ جانوں کے دینے کا نہیں بلکہ فقط مالوں کے بقدر استطاعت خرچ کرنے کا ہے اس لئے ہر ایک شخص تھوڑا تھوڑا جو وہ لنگر اور مدرسہ اور دیگر ضروری مدّوں میں دے سکتا ہے دے۔ وہ آدمی جو تھوڑا تھوڑا چندہ دے مگر باقاعدہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ دے مگر گاہے گاہے۔"

ناظرین الحکم خوب جانتے ہونگے کہ کتنی دفعہ چندہ کے لئے اُٹھایا گیا اور کسقدر زور دار الفاظ میں حضرت اقدس علیہ السلام نے یا حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب و حضرت مولوی عبد الکریم صاحب و دیگر اصحاب مثل شیخ عبد الرحمٰن صاحب وغیرہ نے وقتاً فوقتاً الحکم کے ذریعہ برادران کو آگاہ کیا اب ہر ایک احمدی بھائی کا فرض ہے سلسلہ کی روز افزوں اخراجات کا خیال کرکے حتی الوسع امداد دینے میں خود کوشش کرے اور دوسروں کو ترغیب دیجائے کہ کوئی احمدی مرد ہو یا عورت امدادی چندہ سے محروم نہ رہے خواہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو۔ بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا۔ بہار و رونق اندر

حضرت مرزا صاحب کی محبّت کا اثر

دنیا میں جب غور کرتے ہیں اور تاریخ عالم کی ورق گردانی کرتے ہیں تو یہ امر بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ ایسے جو فروش گندم نما، مکار اور متفنی آدمی بہت ہوئے ہیں کہ بظاہر عمدہ عمدہ تعلیم پیش کرتے اور نیز بھی اپنا راستبازوں کا مذہب ظاہر کرتے رہے ہیں اور اُنکی ظاہری دعاوی کو دیکھکر لوگ اون کے گرویدہ بھی ہوجاتے رہے ہیں لیکن انہیں وہ صداقت اور نور نہیں ہوتا تھا جو مردہ دلوں کو تازگی اور راحت بخشتا ہو جس سے انسان صراط مستقیم پر چلکر ابدی زندگی کا وارث ہو سکے بلکہ اُن کے اعمال خلاف شرع ہوتے ہیں مگر اس امام ہمام کی تعلیم اس قسم کی چوڑی چپڑی نہیں بلکہ فی الحقیقت وہ اُس نور سے مملو ہے جو راستبازوں اور خدا کے مرسلوں کو آسمان سے عطا ہوتا ہے اور جس کا پرتوہ آسپاس کے لوگوں اور ارادتمندوں پر پڑکر ایک عجیب اثر ڈالتا ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اون کے طبائع میں فطرتاً گناہوں سے نفرت اور بد اعمال سے کنارہ کشی اُن کی عادت ہو جاتی ہے مگر صرف اُنہی لوگوں پر اس نور کا اثر پڑتا ہے جو فطرت قابلہ رکھتے ہوں اور بغیر فطرت قابلہ کے وہ کسی طرح سے نور کے پرتوہ سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہم اس جسمانی دُنیا میں دیکھتے ہیں کہ آفتاب ایک بڑا نیر روشن اجرام سماویہ میں سے ہے اس کی روشنی اور اس کے شعاعوں سے وہی آنکھیں مستفید ہو سکتی ہیں جو فطرتاً بینائی کا مادہ رکھتی ہوں۔ مثلاً اگر کوئی مادرزاد اندھا کہے کہ مجھے تو آفتاب کی روشنی سے کچھ نور نہیں ملتا میں کیونکر جانوں کہ آفتاب روشن ہے تو اس کا یہ بات کہنا اُس کی حماقت کی دلیل ہوگی۔ کیونکہ جب اس کی آنکھوں میں روشنی قبول کرنے کا مادہ ہی نہیں تو آفتاب کا کیا قصور ہے وہ تو تمام عالم کو یکساں اپنی شعاعوں سے منور کر رہا ہے۔ جب خود ہی کسی کی آنکھیں نہ ہوں یا اگر ہوں تو اپنی کوٹھڑی کا دروازہ بند کرکے یا کسی تنگ و تاریک غار میں چھپکر بیٹھے تو آفتاب کا اسمیں کیا قصور ہے اسی طرح جو لوگ روحانی نور کے حاصل کرنیکی فطرت قابلہ نہیں رکھتے اور اگر رکھتے ہیں تو دل سے اُس نور کے انوار سے مستفیض ہونا نہیں چاہتے وہ کیونکر روحانی انوار سے بہرہ یاب ہو سکتے ہیں سنت اللہ تو کسی صورت میں بدل نہیں سکتی ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا اس کی شاہد ناطق ہے پس ہر حالت میں فطرۃ قابلہ کا ہونا شرط ہے۔ بعض ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ ایسے بزرگ کی صحبت میں مدتوں رہتے مگر اُنکے اخلاق میں بہت تھوڑی تبدیلی ہوتی ہے سو اس کی وجہ یہی ہے کہ جیسے اس قانون قدرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گیلی لکڑی جو خشک نہیں ہوتی بلکہ سخت گیلی ہوتی ہے یا ایسی لکڑی جسمیں نمی اس کثرت سے بھری ہوئی ہے کہ آگ کا اثر جلد قبول نہیں کر سکتی بلکہ بڑی دیر کے بعد جاکر آگ کا اثر قبول کرتی ہے اسی طرح اس روحانی قانون میں بھی عادت جاری ہے کہ جو مستعد اور غریب دل لے کر بزرگ امام کے پاس آتے ہیں تو جلد تر باطنی نور سے منور ہو جاتے ہیں اور اُس نور کی جھلک صرف اُس کے اخلاق تک ہی محدود نہیں ہوتی بلکہ اُس کے تمام جوارح اور اعضاء سے بھی نور کی جھلک نمودار ہوتی ہے لیکن جو لوگ گیلی لکڑی کی طرح سخت ضعیف الایمان یا نمی خوردہ لکڑی کی طرح ان کے اخلاق خاصکر تکبر عجب یا خفی یا کسی اور پوشیدہ یا ظاہر معاصی سے دب کر اُن کی روح نیم مردہ سا ہو گئی ہو وہ مدت مدید کے بعد اُس بزرگ کی صحبت میں رہ کر آہستہ آہستہ پاک ہو سکتے ہیں اور انکے روحانی جذام کے دفعیہ کے لیے جو مدتوں کی بداخلاقیوں اور بداطواریوں کے گندے مادہ سے متعفن ہو کر اور پھوٹ کر بہنے لگتا ہے۔ ان کے لیے بزرگ امام کی انفاس طیبہ اور دعائے سحرگاہانہ مرہم کا کام دیتی ہیں اور اس طرح سے ریم اور بدبودار مواد رفتہ رفتہ خشک ہوتے جاتے ہیں اور اگر صبر اور تحمل سے اس امام برحق کے گرد و جوار میں مقیم رہیں تو ضرور بضرور اُن کے امراض مہلکہ یک قلم موقوف ہو جائیں اور وہ اس طرح دکھائی دیں کہ گویا انہیں کوئی مرض بھی نہیں تھی یہ باتیں کوئی خیالی اور قیاسی نہیں بلکہ ہمارا ذاتی مشاہدہ ہے کہ خواہ کیسے ہی روحانی امراض میں لوگ گرفتار ہوں اگر وہ پاک اخلاص لیکر اس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہیں تو وہ اپنے اعتقاد اور اخلاص کے بموجب ان امراض سے جلد یا دیر میں نجات پا جاتے ہیں۔ سینکڑوں نظیریں موجود ہیں لوگ خود حضرت اقدس کے مرید ہیں میری اس بات کی تصدیق ہر جگہ مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم بھی کسیقدر ظاہر کرتے ہیں کہ لوگوں پر اس وقت تک حضرت اقدس کی صحبت کا کیا اثر ہوا ہے کان کھول کر سنو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ گناہوں سے متنفر ہوتے جاتے ہیں۔ نیکیوں کی طرف زیادہ مائل ہوتے جاتے ہیں تمام بد عادات کو چھوڑکر بجائے اون کے عمدہ اور پسندیدہ عادات اختیار کرتے جاتے ہیں کینہ اور بغض اور حسد کو دلوں سے دور کرکے باہمی محبت و الفت و یگانگت پیدا کرتے جاتے ہیں خدا اور رسُول کی محبت اون کے رگ و ریشہ میں سرایت کر رہی ہے عبادات میں ان کو لذت اور سرور ہونے لگا ہے اُن کے چہروں سے رشد اور سعادت کے آثار نمودار ہیں وہ اپنے جان و مال کو خدا اور رسُول کے رستہ پر نثار کرنے کو ہر وقت طیار رہیں بخل اور پست فطرتی اُن کے اندر سے مفقود ہو رہی ہے حق اللہ و حق العباد کی پاسداری گویا اون کے مزاجوں کا خمیر بن رہی ہے ہمدردی بنی نوع کو وہ رضائے الٰہی کا باعث سمجھتے ہیں اور اپنے محسنوں کے احسانوں کی بڑی قدر کرتے اور گورنمنٹ وقت کی فرمانبرداری کو جو اون کے جان و مال اور مذہب کی محافظ ہے اپنے لئے فخر اور عزت کا موجب سمجھتے ہیں انکو قرآن مجید سے ایک خاص عشق اور حدیث رسُولؐ سے ایک بڑا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے اُن کے دل گناہوں اور دُنیا کی آلودگی سے پاک اور صاف ہو کر اس کے لئے مکاشفات و رویا صادقہ و الہامات کا دروازہ کھلتا جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ سے ایک خاص تعلق پیدا ہوتا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اس دنیا و دُنی کے تعلقات اور رسم و رواج غیر مسنون کے تعلقات کو توڑنے لگ گئے ہیں غرض ہر طرح سے ان لوگوں کے بشروں سے نور کے آثار بین طور سے ظاہر ہیں اور دیگر لوگوں سے جو ابتک اس امام برحق کے عتبہ عالیہ سے دور ہیں ان کے ہر فعل و قول اور اون کے تمام حرکات و سکنات میں ایک کھلا کھلا امتیاز اور بین فرق پاؤ گے +

ریویو

شاہ مظفرالدین قاچار

منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے زمانہ موجودہ کے نامور اشخاص کے تذکرات کے سلسلہ میں شاہ ایران کے حالات